مقالہ برائے

تخصص فی الفقہ الاسلامی والافتاء

تعلیمی سال 1442/2021ھ

سوناچاندی اورزیورات کے احکام ومسائل

مرتب کردہ:

میاں اکرام اللہ سعید

زیرنگرانی:

حضرت مولانا مفتی رحیم داد صاحب دامت برکاتہم

شعبہ تخصص فی الفقہ الاسلامی والافتاء

جامعہ رحیمیہ گلبہار نمبر 5 پشاور

فہرست

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	فہرست مضامین	۲
2	مقدمہ	۷
3	باب اول: سود فصل اول: سود پر ایک پر سوز بیان	۹
4	حلال کمائی کے فضائل	۱۲
5	سود ایک لعنت	۱۳
6	باب دوم: سونا چاندی فصل اول: سونے چاندی کا تعارف	۱۵
7	فصل دوم: سونا چاندی کے اقسام	۱۶
8	فصل سوم: کیرٹ یا قیراط کی تعریف اور اقسام	۱۷
9	فصل چہارم: چاندی کی اقسام	۱۹
10	باب سوم: وزن کے پیمانے فصل اول	۲۰
11	وزن کے پیمانے اور ان کی اکائی	۲۱
12	وزن کا تبادلہ	۲۲
13	باب چہارم: سونے اور چاندی کے کاروبار کے چند بنیادی اصول	۲۳
14	فصل اول: بیع صرف کی تعریف	۲۳
15	بیع صرف میں خیار کا ہونا	۲۴

16	(مسئلہ) بیع صرف کے بدل پر قبضہ کرنے سے قبل اس میں تصرف کرنا جائز نہیں	۲۶
17	فصل دوم: حدیث اشیاء ستہ سے اخذ کئے گئے چند بنیادی اصول	۲۶
	اصول نمبر ا	۲۷
18	تقابض شرط کی وضاحت	۲۷
19	شرط تقابض پر ایک تفریعی مسئلہ	۲۸
20	اصول نمبر ۲	۲۹
21	اصول نمبر ۳	۳۰
22	اصول نمبر ۴	۳۱
23	باب پنجم: سونے کے زیور کی سونے کے عوض اور چاندی کے زیور کی چاندی کے عوض خرید وفروخت	۳۳
24	نقلی دلیل	۳۳
25	عقلی دلیل	۳۴
26	فصل دوم: عینیت کیا ہے؟	۳۵
27	باب ششم: خام سونے اور چاندی کی خرید وفروخت	۳۵
28	فصل اول: سونے کی چاندی کے عوض اور چاندی کی سونے کے عوض نقد بیع	۳۶
29	فصل دوم: خام سونے اور چاندی کی ادھار خرید وفروخت	۳۷
30	مذکورہ دونوں صورتوں کی متبادل جائز صورت	۳۸
31	(مسئلہ) ادھار سودے کی ادائیگی میں تاخیر پر مقررہ قیمت سے زیادہ رقم لینا	۳۹
32	(مسئلہ) ادھار سودے کی ادائیگی میں تاخیر پر مقررہ وزن میں کمی کرنا	۴۰
33	فصل سوم: زیورات کا پالش یا ویسٹ	۴۱
34	زیورات کی کاٹ یا کٹوتی	
35	کاسٹنگ کا مسئلہ	

36	فصل چہارم: گولڈ لیبارٹری	۴۲
37	پانی والی یا فوری لیبارٹری، تحلیل والی لیبارٹری، ایکسریز یا لیزر لیبارٹری	۴۳
38	کرنٹ لیبارٹری	۴۴
39	مسئلہ) میناکاری والے زیورات کی سونے چاندی کے عوض خرید وفروخت	۴۴
40	(مسئلہ) اپنی انگھوٹی کسی اور کی انگھوٹی سے بدل لی تو کیا حکم ہے؟	۴۵
41	ملمع سازی	۴۶
42	(مسئلہ) سونے چاندی کے ساتھ کوئی اور چیز خریدنے کا حکم	۴۶
43	قسطوں پر سونے چاندی کی ادھار خرید وفرخت	۴۷
44	(مسئلہ) سونے چاندی کے علاوہ دوسری دھاتوں کی ادھار خرید وفرخت	۴۷
45	(مسئلہ) Debit card یا Credit card کے ذریعے رقم کی ادائیگی	۴۷
46	سونے چاندی سے زیورات کی تیاری	۴۸
47	باب ہفتم: سادہ طریقے سے خرید وفروخت کی صورتیں فصل اول: مختلف کمپنیاں اور ان کا طریقہ کار	۴۹
48	فصل دوم: کاروبار میں کمپنی کا کردار	۵۱
49	فصل سوم: کاروبار کی اقسام	۵۲
50	پہلی قسم	۵۲
51	دوسری قسم	۵۴
52	فصل چہارم: بینکوں کے ذریعے سونے چاندی اور قیمتی دھاتوں کا لین دین	۵۶
53	بینک کا کسی کے پاس فروخت کرنے کی خاطر سونا رکھوانا	۵۶
54	فصل پنجم: سفید سونے کا حکم	۵۷
55	باب ہشتم: زیورات اور اس کا تعارف فصل اول زیورات	۵۷

56	زیورات کا استعمال	۵۸
57	خواتین زیورات میں کون سی چیزیں استعمال کر سکتی ہیں	٦٠
58	عورتوں کا پازیب پہننا	٦٠
59	جواہرات کے زیور کا استعمال	٦٣
60	ہڈی کا زیور	٦٣
61	پھولوں کے ہار اور گجرے پہننا	٦٤
62	پلاسٹک کا زیور	٦۵
63	لوہے، تانبے، سٹیل اور دوسری قسم دھاتوں کے بنے ہوئے زیورات	٦۵
64	مرد و عورت کے لیے انگوٹھی پہننے کا حکم	٦۵
65	سونے چاندی کے علاوہ کسی اور دھات کی بنی انگوٹھی پہننا	٦٦
66	رسول اللہ ﷺ کا انگوٹھا بنانا	٦٨
67	رسول اللہ ﷺ کا دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننا	٦٩
68	خواتین اپنی انگوٹھی کونسی انگلی میں پہنے	۷١
69	فصل دوم :زیب و آرائش کے طور پر زیورات کا استعمال سونے کا چشمہ و فریم استعمال کرنا	۷٢
70	سونے اور چاندی کے قلم	۷٣
71	سونے کی گھڑی	۷٣
72	مردوں کے لئے سونے چاندی کے بٹن (Batton) کا استعمال	۷٦
73	قرآنی آیات اور اللہ کے اسم مباک سے مزین لاکٹ کا استعمال	۷٦
74	فیرزہ پتھر جڑی انگوٹھی کا استعمال	۷۷
75	عقیق پتھر کا استعمال	۷٨
76	دکھلاوے کے لئے زیورات پہننا	۷٨

77	باب نہم: زکوٰۃ کے مسائل، مقاصد و فوائد فصل اول: زکوٰۃ کی فضیلت و اہمیت	۷۹
78	زکوٰۃ کا مقصد	۸۰
79	صاحب نصاب	۸۲
80	مصافِ زکوٰۃ	۸۳
81	فصل دوم: نصاب کے معنیٰ	۸۳
82	فصل سوم: سونے چاندی کا نصاب	۸۴
83	زکوٰۃ میں قیمتِ فروخت کا اعتبار ہوگا	۸۶
84	فصل چہارم: پہننے کے زیورات پر زکوٰۃ کا مسئلہ	۸۷
85	فصل پنجم: پہننے کے زیور کے زکوٰۃ کے بارے میں چند احادیث	۸۹
86	فصل ششم: لڑکیوں کیلئے زیور بنوا کر رکھا جائے تو زکوٰۃ بھی عورت پر ہوگی	۹۱
87	جہیز میں لائے ہوئے سونے پر زکوٰۃ	۹۲
88	فصل ہفتم: جواہرات اور قیمتی پتھروں میں زکوۃ	۹۲
89	باب دہم: اعضاء کی پیوندکاری سونے چاندی کے ساتھ	۹۳
90	فصل اول: پلاسٹک اور چاندی کی دانت، ناک بنانا	۹۳
91	فصل دوم: سونے کی ناک یا دانت بنانا	۹۴
92	باب یازدہم: مذہبی شعار کے طور پر بعض اقوام کا زیور پہننا	۹۶
93	فصل اول: ہندوؤں کا منگل سوتر اور بعض مسلمان عورتوں کا کالی ماتا نامی زیور پہننا	۹۶
94	فصل دوم: سکوں کی مذہبی علامت (کڑا) پہننا	۹۸
95	مسلم سُنار کا عیسائیوں کیلئے صلیب بنانا، کلائی میں دھاگہ، کڑا یا زنجیر وغیرہ باندھنا	۹۸
96	باب دوازدہم: مہر کی مقدار نصاب اور مہر فاطمی	۱۰۰
97	مہرِ فاطمی سے مراد	۱۰۱
98	مصادر و مراجع	۱۰۳

مقدمہ

الحمد للہ رب العالمین والعاقبۃ للمتقین والصلوٰۃ والسلام علیٰ أشرف الانبیاء والمُرسلین محمدٍ وعلیٰ اٰلہ واصحابہ وذُرّیتہ اجمعین۔

اما بعد! اس بات میں کوئی شک نہیں کہ اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جو ہر معاملے میں حد اعتدال کے پہلو کو اپنانے کا درس دیتاہے، اور ایک ایسا جامع نظام ہے کہ ہر شعبہ زندگی سے متعلق اس میں ہدایات موجودہیں۔ کہ اگر ایک طرف اللہ تبارک وتعالیٰ نے عبادات اور ایمانیات پر زور دیاہے تو دوسری طرف اپنے بندوں کے ساتھ معاملات اور باہمی لین دین میں پیش آنے والے مسائل کو درست رکھنے کا حکم دیا اور ان کیلئے کچھ ایسے اصول وضوبط مقرر کئے ہیں کہ اگر ہم ان اصولوں کو اپنا کر اس کے بتائے ہوئے طریقے پر چلیں تو نہ صرف یہ کہ ہماری دنیاوی مشکلات ختم ہوجائیں گی بلکہ آخرت کی کامیابی اور فلاح بھی ہمارا ابدی مقدر ثابت ہوگی۔

رب لایزال کا عظیم احسان ہے کہ اس نے ہر دور میں ایسے علماء پیدا کئے ہیں جو اس دور کے جدید مسائل کو قرآن وسنت کے مطابق حل کرسکیں۔ سونے چاندی اور زیورات کا تصور انسانی زندگی کے ہر دور میں رہاہے، جس کی وجہ سے ان کے مسائل بھی لامحدودہیں۔ سونے چاندی اور سناروں سے متعلق کاروباری شعبہ میں اسلامی احکام کے اعتبار سے غفلت اور لاپرواہی کی جاتی ہے جبکہ سونے چاندی اور ان کے زیورات کی خرید وفروخت کے شرعی احکام بڑے نازک اور بسا اوقات بہت پیچیدہ ہوتے ہیں۔

چنانچہ اس موضوع پر آمادہ کرنے والے عوامل، زیورات سے متعلق بعض ایسے مسائل تھے جن کا شرعی حل نکالنا عملاً دشوار تھا۔ اس لئے اسی موضوع کا انتخاب کرنا اور اس پر کام کرنے کا قلبی ارادہ تھا تاکہ

زیورات سے متعلق عملی صوتِ حال کو بھی مد نظر رکھا جائے اور اس سے پیدا ہونے والے مسائل کا خالص فقہی بنیادوں پر جائزہ بھی لیا جائے۔

الحمد للہ ! زیرِ نظر مقالہ **"سونے چاندی اور زیورات کے احکام ومسائل"** میں جن مسائل کو تفصیلی طور پر تحریر کیا گیا ہے ان میں دکانداروں اور سونے کے کاریگروں کی نئ اور جدید مختلف صورتیں، اور گاہک کے ساتھ پیش آنے والے مسائل کی مختلف صورتیں جمع کیں۔ تاکہ یہ کتاب ان تاجروں کی راہنمائی بھی کرے۔ اور عوام الناس کو بھی اس سے بھرپور فائدہ پہنچے۔ اسی طرح جو رائج صورتیں ناجائز ہیں ان کی متبادل جائز صورتیں بھی تحریر کی ہیں۔ جبکہ اس کے علاوہ زیورات سے متعلق خواتین وحضرات کے زیورات پہننے، زکوٰۃ دینے اور جہیز وغیرہ میں ملنے والی زیورات اور بہت سے بیشتر مسائل کا حل بھی اس کتاب میں شامل ہے۔

میں حضرت مفتی رحیم داد صاحب اور حضرت مفتی عبد الوہاب صاحب کا بے حد شکر گزار ہوں جنہوں نے اپنی بارہا مصروفیات کے باوجود اپنے قیمتی اوقات میں سے وقت نکال کر دوسال کی مدت میں بندے کی مقالہ نگاری کے میدان میں ایسی تربیت کی جس کے سبب بندہ آج چند الفاظ مقالے کی شکل میں لکھنے کے قابل ہوا اسی طرح میں اپنے والدین کیلئے بھی دعا گو ہوں جن کی شفقت وتعاون سے بندہ کو اس موضوع پر چند الفاظ لکھنے کی توفیق نصیب ہوئی۔

دل سے دعا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہماری یہ کوشش خالصۃ اپنی رضا کیلئے کردیں اور اس کو ہمارے بازار کے معاملات میں اصلاح کا ذریعہ بنائیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمدٍ وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین۔

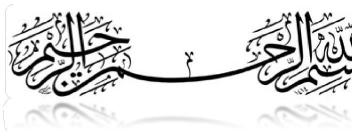

چونکہ سونے اور چاندی کو ابتدائے آفرینش سے ہی بڑی اہمیت حاصل رہی ہے اور یہ ہمیشہ سے انسانی توجہ کے مرکز رہے ہیں۔ اسی وجہ سے ان کو بطور ثمن بھی استعمال کیا جاتا ہے اور ان سے زیب وزینت کیلئے زیورات بھی بنائے جاتے ہے زیر نظر مقالے میں ہم ان کے دونوں پہلوؤں پر سیر حاصل بحث کریں گے باب اول میں ان سے متعلق سب سے ضروری پہلو یعنی سودی معاملات کو اجاگر کیا جائے گا۔

باب اول:

سود

فصل اول:

سود پر ایک پُر سوز بیان

قرآن و سنت پر نظر رکھنے والے ہر ذی عقل مسلمان اس حقیقت سے بخوبی واقف ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے سود کو حرام کیا ہے اور کبیرہ گناہوں میں سے ''سود'' کی حرمت وشناعت کو بیان کرتے وقت کتاب اللہ اور احادیث مبارکہ کا لب ولہجہ غیر معمولی طور پر سخت اور آہنگ بلند ہو جاتا ہے۔ قرآن وسنّت میں اس کی حرمت کا تذکرہ جتنی طوالت کے ساتھ فرمایا گیا ہے اوراس پر جو دِل ہلانے والی سخت وعیدیں ارشاد ہوئی ہیں شائد کسی اور گناہ کیلئے نہیں ہوئیں کہ سود خوری کا مرتکب اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی تقسیم کے نظام میں احکم الحاکمین کے وضع کئے ہوئے قواعد وضوابط کی اس طور پر نافرمانی کرتا ہے کہ شریعتِ

اسلامیہ اسکی مذمت اور اس کے جرم کی شناعت و قباحت کے بیان میں انتہائی سخت الفاظ میں تنبیہ کرتی نظر آتی ہے۔اسی طرح جو کوئی سود کا کاروبار کرتا ہو قرآنِ کریم میں اس کے لئے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے اعلانِ جنگ ہے۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے.....

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ (278) فَإِنْ لَمْ تَفْعَلُوا فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَإِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوسُ أَمْوَالِكُمْ لَا تَظْلِمُونَ وَلَا تُظْلَمُونَ (279)[1]

ترجمہ:

(کہ اے ایمان والو؛ ڈرو اللہ تعالیٰ سے اور چھوڑدو جو کچھ باقی رہ گیا ہے سود اگر تم کو یقین ہے اللہ کے فرمانے کا پھر اگر نہیں چھوڑتے تو تیار ہو جاؤ لڑنے کو اللہ سے اور اس کے رسول ﷺ سے اور اگر توبہ کرتے ہو تو تمھارے واسطے ہے اصل مال تمھارا نہ تم کسی پر ظلم کرو اور نہ کوئی تم پر)[2]

چونکہ عرب اور خاص طور پر قریش تجارت کیا کرتے تھے اور یہ لوگ اکثر اپنے تجارتی مقاصد کیلئے سود کی لین دین کیا کرتے تھے، چنانچہ قبیلہ ثقیف سودی کاروبار میں سب سے زیادہ مشہور تھا اور جاہلیت کے دور سے ہی ان کا بنو مغیرہ سے سودی لین دین کا کاروبار تھا۔ بعد ازاں جب دونوں قبیلے مشرف با اسلام ہوئے تو قبیلہ بنو ثقیف کے سود کی ایک بڑی رقم بنو مغیرہ پر واجب الاداء تھی۔ قبیلہ بنو ثقیف نے اپنے رقم کا مطالبہ کیا تو بنو مغیرہ نے جواب میں کہا کہ ہم لوگ مسلمان ہو چکے ہیں اور مسلمان ہو جانے بعد ہمیں یہ زیب نہیں

[1] البقرہ: آیت 279

[2] تفسیر عثمانی جلد ا ص ۲۳۴

دیتا کہ ہم سود کی لین اب بھی جاری رکھیں اس لیے کہ جس طرح سود کا لینا حرام ہے اس طرح اس کا دینا بھی خاص طور پر حرام ہے۔ حالانکہ بنو ثقیف اس بات کے ماننے کے لئے کبھی تیار نہیں تھے۔

لیکن جب مقدمہ آخر کار رسولِ کریم ﷺ کی خدمتِ اقدس میں جا پہنچا تو آپ ﷺ پر سورہ بقرۃ کی مذکورہ آیت نازل ہوئی اور ان کو اللہ تبارک وتعالیٰ کا حکم بیان فرمایا۔ ان لوگوں نے حکمِ قرآنی سن کر اپنے مطالبات کو چھوڑ دیا اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے سامنے اپنا سر جھکا دیا اور امّت کو ہمیشہ کیلیے یہ تعلیم دی کہ ہر مسلمان قرآن وسنت کے روشنی میں اپنے معاملات کو نبھادئے۔ اور سود کی لین دین سے اور اس کے کاروبار سے اپنے آپ کو بچا کر آخرت میں ہمیشہ کیلیے ناکامی کا باعث نہ بنے۔

اسی طرح متعدد احادیث میں سود کی حرمت وشناعت سخت الفاظ سے بیان کی گئی ہے۔

☆ (حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ چار شخص ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اوپر لازم کیا ہے کہ ان کو جنت میں داخل نہیں کریں گے اور نہ ان کو جنت کی نعمتوں کا ذائقہ تک چکھائیں گے ایک شراب پینے کا عادی، دوسرا سود کھانے والا، تیسرا ناحق یتیم کا مال کھانے والا اور چوتھا ماں باپ کی نافرمانی کرنے والا۔)

☆ (حضرت انس ابن مالکؓ فرماتے ہے کی رسول اللہ ﷺ نے ہمارے سامنے خطبہ دیا اور سود کا بڑے اہتمام سے ذکر فرماتے ہوئے یہ فرمایا کہ: کسی شخص کا سود کا ایک درہم کھانا، اللہ تعالیٰ کے نزدیک چھتیس مرتبہ زنا کرنے سے زیادہ سخت گناہ ہے۔)[1]

[1] رواہ ابن ابی الدنیا

فصل دوم:

حلال کمائی کے فضائل

سود اور سود خور کی جس طرح قرآن و حدیث میں مذمت بیان کی گئی ہے اسی طرح دوسرے طرف اس کے برعکس جو سود سے اپنے آپ کو بچاتا ہو اور حلال کمائی کرتا ہو حضور ﷺ نے اس کے کمائی کو افضل کمائی کے لقب کے ساتھ ذکر فرمایا ہے۔ چنانچہ مروی ہے کہ

عن ابی بردۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن رسول اللہ ﷺ قال: افضل الکسب بیع مبرورٌ وعمل الرجل بیدہ[1]

ترجمہ:

(نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: بہترین کمائی وہ تجارت اور ہاتھ کی کمائی ہے جس میں گناہ کی آمیزش نہ ہو)

عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ: التاجر الصدوق الامین مع النبیین والصدیقین والشہداء.[2]

ترجمہ:

(حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: سچا امین تاجر (قیامت کے روز) انبیاء، صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہو گا)

---

[1] مسند احمد والطبرانی

[2] الترمذی

فصل سوم:

سود ایک لعنت

موجودہ نظام معیشت میں سود ایک ایسی لعنت ہے جس نے پوری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لیا ہوا ہے۔ اور عوام الناس زیادہ تر اس مین پھنسے ہوئے ہیں۔ حرام اور ناجائز معاملات بھی بحکمِ سود ہے جو کہ انتہائی خطرناک ہے۔ اسلئے دونوں سے حتّی الامکان احتراز کرنا اور ان سے بچنا واجب ہے۔ اور اس سے بچنا تب ہی ممکن ہے جب اس کے مسائل کا علم ہو جو مسلمان سود کے مسائل سے ناواقف ہو اور اسکے جاننے کی طاقت نہیں رکھتا اسے چاہئے کہ وہ ہر معاملہ میں اہلِ علم سے اس کے بارے میں معلومات حاصل کرے وہ اپنے کاروبار کا کوئی بھی معاملہ اس وقت تک طے نہ کرے جب تک اسے یقین نہ ہو جائے اس میں سود کی آمیزش نہیں یہ اسلئے تاکہ اس کا دین سلامت رہے اور اللہ کے اس عذاب سے بچ جائے جس کی اللہ تبارک و تعالیٰ نے سود خوروں کو دھمکی دے رکھی ہے اور اپنے آپ کو ان وعیدوں سے بچا کر رکھے جو پچھلی سطروں میں اس کا ذکر ہوا ہے بلکہ یہ ہر شعبہ میں ان فضائل کا مکلّف بنے اور اپنی تجارت کو احسن طریقے سے نبھائے۔

عموماً لوگ بیع کے معاملات میں عقل و بصیرت سے کام لئے بغیر جو کچھ کر رہے ہیں۔ وہ ان کی اندھی تقلید نہ کرے، بالخصوص موجودہ دور میں لوگ کمائی کے ذرائع کی پرواہ اور خیال بالکل نہیں رکھتے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے۔

''یأتی علی الناس زمان یأکلون الربو أفمن لم یأکلہ اصابہ من غبارہ''[1]

---

[1] (ابوداؤد حدیث رقم: ۳۳۴۰)

ترجمہ:

(کہ لوگوں پر ایسا وقت آئے گا کہ وہ سود کھائیں گے تو جس نے سود نہ بھی کھایا اسے اس کا گرد و غبار پہنچے گا)

چنانچہ عصرِ حاضر میں سودی کاروبار کی جو شکلیں ہیں ان میں سے ایک شکل وہ ہے جو زمانہ جاہلیت سے چلی آرہی ہے کہ اگر تنگ دست آدمی قرضے کی رقم واپس کرنے سے قاصر ہو تو مدت و مہلت کی مناسبت سے قرضے کی رقم بڑھادی جاتی ہے۔سود کی اس شکل کے حرام ہونے پر اہلِ علم کا متفقہ طور پر اجماع ہے۔اور یہ وہ شکل ہے جس کے بارے میں مشرکین کا کہنا تھا کہ جس طرح ہم کوئی سامان فروخت کرکے نفع کمائیں جبکہ اس کو شریعت نے حلال قرار دیا ہے،اسی طرح اگر ہم قرض دے کر کوئی نفع کمائیں تو بھلا کیا حرج ہے؟

جبکہ اللہ تعالیٰ کا واضح ارشاد ہے کہ---!

الَّذِينَ يَأْكُلُونَ الرِّبَا لَا يَقُومُونَ -----قَالُوا إِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبَا وَأَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا ---يَمْحَقُ اللَّهُ الرِّبَا وَيُرْبِي الصَّدَقَاتِ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ أَثِيمٍ (276)[1]

"کہ یہ اس لئے ہو گا کہ انہوں نے کہا تھا کہ "بیع بھی تو سود کی طرح ہوتی ہے" حالانکہ اللہ نے بیع کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام قرار دیا ہے۔"

اور رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

کہ لوگوں پر ایک ایسا وقت آئے گا جب وہ بیع کا نام دے کر سود کو حلال قرار دیں گے۔[1]

---

[1](البقرۃ آیت 275)

اس لئے حرام آمدنی اور سود کے لین دین سے بے حد بچنا چاہیئے۔ اور ہر مسلمان کو چاہیئے کہ وہ سود، حرام اور ناجائز معالات کے بجائے تمام معاملات کو قرآن وسنّت کی روشنی میں احسن طریقے سے ادا کرے۔

باب دوم:

سونا چاندی (تعارف، حقیقت اور ارتقاء)

فصل اول:

سونے چاندی کا تعارف

سونا:

سونا کو انگریزی میں ''گولڈ''(GOLD) عربی میں ''ذہب'' اور لاطینی زبان میں ''اورم'' کہا جاتا ہے۔ اس کا رنگ شوخ سنہری ہوتا ہے۔

سفید سونا:

اسی سونے کو پلاٹینیم کے ساتھ ایک مخصوص مقدار میں ملا کر سفید سونا یا وائٹ گولڈ کا نام دیا جاتا ہے۔ دنیا کے کچھ ممالک میں وائٹ گولڈ کے زیورات کا رواج ہے۔

چاندی:

چاندی کو انگریزی میں ''سلور'' عربی میں ''فضہ'' اور لاطینی زبان میں ''ارجنٹم'' کہا جاتا ہے۔ اس کا رنگ دودھیا سفید ہوتا ہے۔

---

[1](غایۃ المرام فی تخریج احادیث الحلال والحرم؛ حدیث رقم 13)

سونے چاندی کی حقیقت:

واضح رہے کہ سونا اور چاندی دونوں ملائم قسم کی ایک دھات ہوتے ہیں۔ جو زمین سے دیگر دھاتوں کے ساتھ ملے ہوئی ذرات کی صورت میں بر آمد ہوتے ہیں جسے بعد ازاں ریفائنری میں دیگر دھاتوں سے جدا کیا جاتا ہے۔ پس سونا تو ایک ایسی نفیس قسم کی دھات ہے جس پہ موسمی اثرات اثر انداز بالکل نہیں ہوتے۔ اور اس پر عام تیزابات بھی اثر انداز بالکل نہیں ہوتے۔ جبکہ چاندی پہ موسمی اثرات تو جلد اثر انداز نہیں ہوتے۔ تاہم میک اپ اور پرفیومز وغیرہ میں استعمال ہونے والے کیمیکلز سے اس کا رنگ پھر بھی سیاہ ہو جاتا ہے۔ اس کو صاف کرنے کیلئے اس کو پانی کی صورت میں تحلیل کرنے کے لئے نائٹریک ایسڈ (شورے کا تیزاب) استعمال کیا جاتا ہے۔

دور جدید میں ان کا استعمال الیکٹرونکس کے پرزہ جات کی تیاری میں بھی کیا جاتا ہے جن میں موبائل، گھڑیاں اور کمپیوٹر وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ زمانہ قدیم میں اس کے برتن، آرائشی سامان، بادشاہوں کے تخت، اسلحہ کے اوپر نقش نگار، مورتیوں اور بت وغیرہ بنانے کے آثار ملتے ہیں۔ عرب ممالک میں اب بھی چاندی کے خنجر تلواریں اور چھڑیاں بنائی جاتیں ہیں ماضی بعید اور قریب میں سکہ اور کرنسی کے طور پہ چاندی بھی استعمال کیا جاتی تھی اور دیگر ملکوں سے لین دین میں سونا کے ساتھ ساتھ اس کا بھی استعمال ہوتا تھا۔

اس دور میں سونا اور چاندی کی خرید و فروخت ایک جنس کے طور پہ کی جاتی ہے۔ یہ خرید و فروخت جہاں ایک انتہائی منافع بخش کاروبار ہے وہاں کبھی کبھی بہت بڑے نقصان کا سبب بھی بن جاتی ہے۔

فصل دوم:

سونا اور چاندی کی اقسام

سونا اور چاندی دنیا کی قیمتی دھاتوں میں شامل ہیں بنیادی طور پہ سونے اور چاندی کی ایک ہی قسم ہوتی جسے انگلش میں 24 کیرٹ (Carrot) عربی میں 24 قیراط کہا جاتا ہے اردو میں اسے خالص سونا اور خالص

چاندی یا پانسے کا سونااور پانسے کی چاندی کہا جاتا ہے۔پھر ضرورت کے مطابق اس میں ملاوٹ کا تناسب بڑھاکر اس کے کیرٹ کو کم کر دیا جاتا ہے جس سے ان کی مختلف اقسام (20,18اور22 کیرٹ کا سونا چاندی)وجود میں آجاتی ہیں۔

مثلاً گیارہ (۱۱)ماشہ خالص سونا+ایک ماشہ ملاوٹ 22= کیرٹ ۔۔۔اور ساڑھے دس ماشہ خالص سونا+ڈیڑھ ماشہ ملاوٹ=ایک تولہ سونا21 کیرٹ سونا۔۔۔وغیرہ جیسی قسمیں بنتی ہیں۔اب یہ کیرٹ ہے کیا چیز؟اس سوال کاجواب ذکر کیا جاتا ہے۔

فصل سوم:

کیرٹ یاقیراط کی تعریف

سونے اور چاندی کے خالص ہونے کو قیراط کے پیمانے سے ناپتے ہیں۔خالص ترین سونا اور چاندی 24 قیراط ہوتے ہے۔سونے کی قیراط کم کرنے کاسادہ ساطریقہ مثال کے ساتھ درج ذیل ہے۔

☆: گیارہ ماشے خالص سونا+ایک ماشہ ملاوٹ=ایک تولہ سونا22 کیرٹ / قیراط۔

☆: ساڑھے دس ماشے خالص سونا+ڈیڑھ ماشہ ملاوٹ=ایک تولہ سونا21 کیرٹ / قیراط۔

☆: دس ماشے خالص سونا+دوماشہ ملاوٹ= ایک تولہ سونا20 کیرٹ / قیراط۔

☆: نوماشے خالص سونا+ تین ماشے ملاوٹ=ایک تولہ سونا18 کیرٹ / قیراط۔

چنانچہ ملاوٹ کے لئے تانبہ چاندی یا کسی دوسری ایک دھات یا مختلف دھاتوں کے مرکب کا ضرورت کے مطابق استعمال کیا جاتا ہے۔چاندی کے کیرٹ کم کرنے کا بھی یہی کلیہ ہے۔

1: بسکٹ یا پیس والا سونا:

بسکٹ کی شکل میں ایک ڈھیلی بنی ہوتی ہے جسے عرف عام پیس یا بسکٹ کا سونا کہا جاتا ہے یہ وہ سونا ہے جو کان سے نکلنے کے بعد کسی ریفائنری میں صفائی کے بعد مارکیٹ میں بھیجا جاتا ہے یا بڑی بڑی نامور کمپنیاں پرانے سونے کو ریفائن کرکے اپنی مخصوص مہر کے ساتھ مارکیٹ میں پہنچتی ہیں ان میں ملکہ الزبتھ کی فوٹو والا پیس سوئس گولڈ اور اے آر وائے گولڈ کا سونا مشہور اور زیادہ پر اعتماد سمجھا جاتا ہے یہ صرف مخصوص اوزان میں ہی دستیاب ہوتا ہے (جن میں ایک اونس پچاس گرام اور دس تولے والے بسکٹ زیادہ معروف ہیں)۔ ان پہ متعلقہ کمپنی کی جانب سے سیریل نمبر بھی پنچ کیا جاتا ہے۔ اس سونا کی مہر کو مٹا دیا جائے یا اس کے ٹکڑے کردیئے جائیں تو یہ سونا سونے کی دوسری قسم (جسے تیزابی یا پھٹور کہا جاتا اور جس کا ذکر نیچے موجود ہے) میں چلا جاتا ہے سونے کی اس قسم کا استعمال سونے کو بطور اثاثہ محفوظ کرنے کے لئے یا بین الاقوامی زر تبادلہ اور زر مبادلہ کے لئے استعمال کیا جاتا ہے ٹی وی اخبار اور خبروں میں آپ جو سونے کا بھاؤ سنتے ہیں وہ اسی سونے کا بھاؤ بتایا جاتا ہے۔

2: پھٹور یا تیزابی سونا:

سونے کی دوسری قسم کو پھٹور یا تیزابی سونا کہا جاتا ہے۔ یہ بھی خالص سونا ہی ہوتا ہے لیکن نہ تو یہ کسی مخصوص وزن کی ڈلی ہوتی ہے اور نہ ہی اس پہ کسی بڑی کمپنی یا عالمی ادارے کی مہر ہوتی ہے۔ یہ ایسا سونا ہوتا ہے جو سنار حضرات پرانے زیورات کو پگھلا کر اس کا نکھار کرنے کے بعد خالص سونا الگ کردیتے ہیں اور ملاوٹ الگ کردیتے ہیں عموماً یہی سونا زیورات بنانے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ یہ سونا بسکٹ والے سونے سے سستا ہوتا ہے یہ فرق عموماً پانچ سو سے ایک ہزار تک کا ہوتا ہے۔

فصل چہارم:

چاندی کی اقسام

1: پیس / بسکٹ یا کلو بار:

کسی نامور کمپنی کی ایسی چاندی جو کان سے نکلنے کے بعد صاف کر کے یا پرانی چاندی مارکیٹ میں بھیجی گئی ہو اور اس پہ کمپنی کا نام مخصوص مونو گرام اور سیریل نمبر پنچ ہو پیس / بسکٹ کی چاندی کہلاتی ہے یہ عموما ایک کلو گرام کی بار ہوتی ہے۔ آج کل سوئس سلور اور ترکی اور دبئی کی چاندی معروف ہے۔ چاندی کی اس قسم کا استعمال سونے کو بطور اثاثہ محفوظ کرنے کے لئے یا بین الاقوامی زر تبادلہ اور زر مبادلہ کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ یہ چاندی تیزابی چاندی سے کچھ مہنگی ہوتی ہے۔

-2 تیزابی چاندی:

پاکستان میں خالص چاندی کی یہ قسم گول گول دانوں کی صورت اور لمبی رینی کی صورت میں منڈیوں میں دستیاب ہے۔ یہ بسکٹ والی چاندی یا کلو بار سے کچھ سستی ہوتی ہے خبروں میں اسی چاندی کا بھاؤ بتایا جاتا ہے۔ یہ چاندی زیورات بنانے کے کام آتی ہے۔ تیزابی کہلوانے کی وجہ یہ ہے کہ اسے خالص کرنے کے لئے اور ملاوٹ وغیرہ الگ کرنے کے لئے تیزاب کا استعمال کیا جاتا ہے۔ جسے سنار حضرات پرانے زیورات کو پگھلا کر خالص بناتے ہیں۔

مزید دو اقسام:

چاندی کی مزید دو اقسام عرف عام ہیں جنہیں تھوبی چاندی اور سوبی چاندی کہا جاتا ہے یہ خالص چاندی نہیں ہوتی۔ یہ دونوں اقسام سنار حضرات کے ہی کام کی ہیں۔ تھوبی کو سنار تھوک میں بیچنے کے لئے پرانے زیورات ایک آسان طریقہ سے خالص کرتے ہیں جس سے بہر حال چاندی تیزابی کے معیار کو نہیں پہنچتی دوبارہ زیورات بنانے کے لئے تیزابی طریقہ سے ہی خالص کرنا پڑتا ہے۔ اس کی قیمت تیزابی سے بھی کم ہوتی ہے۔ سوبی چاندی ایسی چاندی کو کہا جاتا ہے جو بہت زیادہ ملاوٹ والے زیورات کو پگھلا کر رینی بنائی گئی ہو۔[1]

باب سوم:

وزن کے پیمانے / تولہ، ماشہ، رتی، آنہ، گرام، ملی گرام، اونس

فصل اول:

دنیا کے مختلف خطوں میں وزن کے لئے مختلف پیمانے استعمال کئے جاتے ہیں یہی پیمانے سونے چاندی کے وزن کے لئے بھی استعمال ہوتے ہیں۔ ان میں سب سے مقبول اور جدید اعشاری نظام گرام کا ہے اس کے علاوہ یورپ میں اونس والے پیمانے کا استعمال بھی ہوتا ہے۔ پاکستان اور انڈیا میں ابھی تک گرام کے ساتھ ساتھ پرانا نظام جو کہ تولہ والا نظام کہلاتا ہے رائج ہے اگرچہ پاکستان میں اب اسے سرکاری حیثیت حاصل نہیں رہی پھر بھی یہ نظام عام ہے۔

---

[1] نوٹ: اس باب میں اور دیگر مقامات پر معلومات کو ایک بلاگ (www.adgoldsmith.com) سے خلاصۃً اخذ کیا گیا ہے۔

جس طرح گرام کی اکائی ملی گرام سے شروع ہوتی ہے اسی طرح تولہ کی اکائی رتی سے شروع ہوتی ہے۔ایک تولہ میں بارہ ماشے ہوتے ہیں اور ایک ماشہ میں آٹھ رتیاں ہوتی ہیں یوں ایک تولہ چھیانوے رتیوں پہ مشتمل ہوتا ہے۔تولے کی اکائی آغاز سے ہی رتی رہی ہے البتہ تولہ کی تقسیم کے لئے ماشہ علاوہ آنہ کا نظام بھی ماضی میں برصغیر میں رائج رہ چکا ہے جس کے مطابق ایک تولہ میں سولہ آنے ہوتے ہیں اور ایک آنے میں چھ رتیاں ہوتی ہیں اسطرح بھی مجموعی طور پہ ایک تولہ کی چھیانوے رتیاں ہی بنتی ہیں یہ نظام بھی ابھی تک پاکستان کے کچھ علاقوں میں معروف ہے۔

وزن کے پیمانے اور ان کی اکائی

تولہ،ماشہ،رتی:

ایک تولہ میں کل بارہ(۱۲)ماشے ہوتے ہیں،اور ایک ماشہ میں تقریباً کل آٹھ(۸)رتیاں ہوتی ہیں تو96=8×12یعنی کہ ایک تولہ میں کل چھیانوے(۹۶) رتیاں ہوتی ہیں۔

تولہ، آنہ،رتی:

اسی طرح ایک آنہ میں کل چھ(٦)رتیاں ہوتی ہیں،اور ایک تولہ میں کل سولہ(١٦) آنے ہوتے ہیں۔

ملی گرام، گرام:

ایک گرام ایک ہزار(١٠٠٠)ملی گرام پہ مشتمل ہوتا ہے۔

وزن کا تبادلہ

تولہ، ماشہ، رتی کا گرام سے تبادلہ:

☆: ایک تولہ برابر ہے گیارہ گرام اور چھ سو چونسٹھ ملی گرام (11.664) کے۔

☆: ایک ماشہ برابر ہے نو سو بہتر ملی گرام (0.972) کے۔

☆: ایک رتی برابر ہے ایک سو اکیس ملی گرام (0.121) کے۔

تولہ، ماشہ، رتی اور گرام کا اونس سے تبادلہ:

☆: ایک اونس 31.1035 گرام کے برابر ہوتا ہے۔

☆: ایک تولہ 0.375 اونس کے برابر ہوتا ہے۔

☆: ایک ماشہ 0.03125 اونس کے برابر ہوتا ہے۔

☆: ایک رتی 0.00390 اونس کے برابر ہوتی ہے۔

فائدہ:

(شرعی اوزان کو تفصیلاً معلوم کرنے کیلئے مفتی شفیع صاحبؒ کی مایہ ناز کتاب "اوزانِ شرعیہ" کا مطالعہ مفید ثابت ہوگا۔)

باب چہارم:

سونے اور چاندی کے کاروبار کے چند بنیادی اصول

یوں تو ہر معیشت اور کاروبار کے لئے اصول وضوابط ہوتے ہیں جس کی بدولت وہ کاروبار ترقی کی راہ پر گامزن ہوتا ہے لیکن اس کاروبار کے ساتھ اگر اسلامی نقطہ نظر ملایا جائے تو وہ کاروبار نہ صرف یہ کہ ترقی کی راہ ہموار کر دیتا ہے بلکہ وہ حلال وحرام، جائز وناجائز میں تمیز پیدا کر کے آمدنی کو سود قمار اور غرر سے پاک کر دیتا ہے اور بندے کو دنیوی واخروی فلاح کا مستحق بنا دیتا ہے اور آخرت میں ہمیشہ کے لئے ناکامی اور بدنامی سے اسے بچاتا ہے۔

فصل اول:

بیع صرف کی تعریف

چونکہ سونے، چاندی کی بیع جب سونے چاندی کے عوض ہو تو فقہ کی اصطلاح میں اس بیع کو "بیع صرف" کہتے ہیں اس مناسبت سے فقہ حنفی کی مشہور کتاب "الھدایۃ" سے بیع صرف کی تعریف پیشِ خدمت ہے۔

الصرف هو البيعُ اذا كان كلّ واحدٍ من عِوضيه من جنس الاثمان.[1]

یعنی بیع صرف اس بیع کو کہا جاتا ہے جس کے دونوں عوض میں سے ہر ایک ثمن کی جنس سے ہو۔

[1] الھدایۃ:3/111

پس سونا سونے کے عوض، چاندی چاندی کے عوض یا سونا چاندی کے عوض آپس میں تبادلہ کرنا شریعت کی اصطلاح میں بیع صرف کہلاتا ہے۔

بیع صرف میں خیار کا ہونا

خیار لفظ اختیار سے مشتق ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ دو چیزوں میں سے کسی ایک اچھی چیز کا انتخاب کیا جائے۔ چنانچہ کسی تجارتی معاملے کو فسخ کر دینے یا اس معاملے کو باقی رکھنے کا وہ اختیار جو خریدار اور تاجر دونوں کو حاصل ہوتا ہے اصطلاح فقہ میں خیار کہلاتا ہے۔

فقہاء نے اس خیار کی بہت سی قسمیں بیان کی ہیں صاحب در مختار نے خیارات کی تعداد انیس (۱۹) تک شمار کی ہے البتہ ان میں سے اہم اور مشہور اقسام جو بیان کی جاتی ہے تو وہ چار (۴) قسمیں ہیں (خیار شرط، خیار عیب ، خیار رؤیت اور خیار تعیین) چونکہ بیع صرف بھی بیوعات سے وابستہ ہے اس مناسبت سے یہاں پر بھی ان خیارات کا مختصر طور پر تذکرہ کیا جاتا ہے۔

ا: خیار شرط:

عقد طے ہو جانے کے بعد تاجر یا خریدار یا دونوں کو اس عقد کے ختم کر دینے یا باقی رکھنے کا حق دیا جانا خیار شرط کہلاتا ہے۔

بیع صرف میں مطلقاً خیار شرط جائز نہیں، لیکن اگر سونے چاندی کی بیع کرنسی سے ہو رہی ہو نہ کہ سونے چاندی کے عوض تو پھر اس صورت میں اس میں خیار شرط جائز ہے۔[1]

[1] كنز الدقائق :

۲: خیار عیب:

عقد طے ہو جانے کے بعد خریدی ہوئی چیز میں کوئی عیب معلوم ہونے کے بعد اس چیز کو رکھ لینے یا واپس کر دینے کا اختیار خریدار کو حاصل ہونا خیارِ عیب کہلاتا ہے۔

یہ خیار جس طرح عام بیوعات میں خریدار کو حاصل ہوتا ہے اسی طرح یہاں پر بھی (بیع صرف میں) خریدار کو خیار عیب حاصل ہوتا ہے کہ عیب کا علم ہونے پر چاہے تو مبیع بائع کو واپس کر دے اور چاہے تو اپنے پاس رکھ لے۔

۳: خیار رؤیت:

بنا دیکھی ہوئی چیز کو خریدنے کے بعد اس چیز کو رکھ لینے یا واپس کر دینے کا خریدار کو اختیار حاصل ہونا خیار رؤیت کہلاتا ہے۔

لہذا خالص سونے چاندی کی خرید میں خریدار کو تو خیار رؤیت حاصل نہیں ہو گا، البتہ ڈھلے ہوئے زیور میں خریدار کو یہ اختیار حاصل ہوتا ہے کہ دیکھ کر پسند نہ آنے پر چاہے تو واپس کر دے، اور چاہے تو اپنے پاس رکھ لے۔

۴: خیار تعیین:

یعنی چند چیزوں میں سے کسی ایک چیز کی تعیین سے متعلق خیار کہ مشتری جو چاہے وہ رکھلے اور باقی کو چھوڑ دے۔

(مسئلہ) بیع صرف کے بدل پر قبضہ کرنے سے قبل اس میں تصرف کرنا جائز نہیں

جب دونوں جانب سونا یا چاندی ہوں خواہ وہ دونوں کسی بھی شکل میں ہوں یعنی اگر ایک طرف سونا چاندی زیورات کی شکل میں ہوں اور دوسری طرف سونے کے سکے ہوں۔ اولاً دونوں پر قبضہ کرنا ضروری ہے پھر اس میں تصرف کرنا جائز ہو گا۔ لہذا عوضین میں سے کسی عوض پر قبضہ سے قبل اس میں تصرف کرنا کہ اس عوض سے کوئی دوسری شے خریدی جائے جائز نہیں۔ مثلاً یہ جائز نہیں کہ زید 10 تولے چاندی کے عوض عمرو سے 5 سونے کے سکے خریدے اور پھر سونے کے سکوں پر قبضہ کرنے سے قبل بکر سے یہ کہہ دے کہ میں نے زید سے جو 10 تولے چاندی خریدی ہے اس کے بدلے مجھے فلاں کپڑا دے دو تو یہ جائز نہیں۔

فصل دوم:

حدیث اشیاء ستہ سے اخذ کئے گئے چند بنیادی اصول

عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : «الذَّهَبُ بِالذَّهَبِ ، وَالْفِضَّةُ بِالْفِضَّةِ، وَالْبُرُّ بِالْبُرِّ ، وَالشَّعِيرُ بِالشَّعِيرِ ، وَالتَّمْرُ بِالتَّمْرِ ، وَالْمِلْحُ بِالْمِلْحِ ، مِثْلًا بِمِثْلٍ ، سَوَاءً بِسَوَاءٍ، يَدًا بِيَدٍ ، فَإِذَا اخْتَلَفَتْ هَذِهِ الْأَصْنَافُ ، فَبِيعُوا كَيْفَ شِئْتُمْ ، إِذَا كَانَ يَدًا بِيَدٍ »[1]

ترجمہ:

حضرت عبادہ بن صامت ؓ نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: سونے کی سونے کے عوض

---

[1] صحیح مسلم: باب الصرف وبیع الذہب بالورق نقدا ۱۲۱۱ جلد ۳ مکتبہ شاملہ

میں اور چاندی کی چاندی کے عوض میں اور گندم کی گندم کے عوض اور جو کی جو کے عوض میں اور نمک کی نمک کے عوض میں مماثلت کے ساتھ بیع کرو کہ برابر برابر ہوں اور نقد در نقد ہوں۔اور جب اصناف (تبادلہ کے وقت)مختلف ہوں تو جیسے چاہو بیع کرو جبکہ نقد و نقد (یعنی ہاتھ در ہاتھ)ہوں۔

اس حدیث سے درجہ ذیل ضابطے حاصل ہوئے:

اصول نمبر:1

جب سونے کے زیورات کی بیع سونے کے عوض ہو یا چاندی کے زیورات کی بیع چاندی کے عوض ہو تو اس میں دو(2)چیزوں کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔

تقابض:(بیع کی مجلس میں نقدلین دین ہو اور دونوں طرف ثمن پر قبضہ پایا جائے،اس میں کچھ ادھار باقی نہ رہے۔)

تماثل: (وزن میں دونوں جانب برابری ہو۔یعنی دونوں طرف کی چاندی یادونوں طرف کا سونا برابر ہو۔)

تقابض کی شرط کی وضاحت:

صیغہ باب تفاعل سے بمعنیٰ "باہمی قبضہ کرنے کے"ہے۔یعنی عاقدین میں سے ہر ایک عوض پر مجلس عقد میں قبضہ کرے۔

اہمیت:

اس شرط کو ضروری قرار دینے کی وجہ یہ ہے کہ اگر بیع میں کسی جانب بھی قبضہ نہ ہو تو یہ بیع الکالی

بالکالی ہے جو کہ حدیث کی رو سے ناجائز ہے۔ اور اگر صرف ایک جانب سے قبضہ پایا جائے تو اس صورت میں اگرچہ یہ بیع الکالی بالکالی نہیں ہے لیکن اس صورت میں پھر مساوات اور برابری فوت ہو جائے گی، حالانکہ جس طرح بیع الکالی بالکالی سے ممانعت آئی ہے اسی طرح اس سے بھی سختی سے ممانعت وارد ہے۔

قولہ: قال فان باع فضۃ بفضۃ او ذھباً بذھبٍ لا یجوزُ اِلّامثلاً بمثلٍ .....وقولہ علیہ السلام الذھبُ بالذھبِ مثلاً بمثلٍ بوزنٍ یداً بیدٍ والفضلُ رِبوٰا.[1]

"فرماتے ہے کہ گر کسی نے چاندی کو چاندی کے عوض فروخت کیا یا سونے کو سونے کے عوض فروخت کیا تو جائز نہیں ہے مگر برابر برابر........ اور آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے سونا سونے کے عوض برابر برابر، وزن در وزن اور ہاتھ در ہاتھ (بیچا جائے) اور زیادتی سود ہے۔"

شرط تقابض پر ایک تفریعی مسئلہ:

مثلاً زید اور عمرو کے درمیان عقدِ صرف ہوا یعنی زید نے عمرو سے ایک دینار کے بدلے ایک دینار طلب کیا اور مجلس عقد میں زید نے عمرو کو ایک دینار حوالہ کیا لیکن عمرو نے اب تک زید کو اس کے بدلے کوئی دینار نہیں دیا جو کہ زید کا عمرو پر واجب ہے اور اس دوران زید نے احسان کے طور پر کہا کہ میں نے یہ دینار آپ کو ہبہ کیا، یا میں نے تمھیں اس سے بری کر دیا تو اب اس ابراء یا ہبہ کی دو (2) صورتیں ہیں۔

1: ایک یہ کہ عمرو اس ہبہ، صدقہ یا ابراء کو قبول کرے۔ اس صورت میں عمرو بری الذمہ ہو جائیگا لیکن بیع صرف باطل ہو جائے گی۔ اسلئے کہ ایک جانب سے قبضہ نہیں پایا گیا۔

[1] الہدایۃ: 3/111

2: دوسرا یہ کہ عمرو اس ہبہ، صدقہ یا ابراء کو قبول نہ کرے۔ اس صورت میں ابراء اور ہبہ وغیرہ باطل ہو گیا لیکن مذکورہ عقد "بیع صرف" علیٰ حالہ باقی رہیگا۔ گویا کہ زید اس عقد کو فسخ کرنا چاہتا ہے، اور عمرو اس پر راضی نہیں، حالانکہ فسخ عقد میں جانبین کی رضامندی ضروری ہے لہذا جدا ہونے سے پہلے پہلے اگر دوسری جانب سے دینار پر قبضہ پایا جائے تو بیع صَرف درست ہو جائے گی۔

اصول نمبر2:

اگر دونوں جانب ایک جنس نہ ہو یعنی ایک طرف سونا ہو اور دوسری طرف چاندی ہو تو ان دونوں کا وزن میں برابر ہونا ضروری نہیں۔ خواہ ایک طرف ثمن کی کمی اور دوسری طرف کی زیادتی حد درجے کی کیوں نہ ہو، بہر صورت جائز ہو گا۔ البتہ فریقین کو اسی مجلس میں سونے اور چاندی پر قبضہ کرنا ضروری ہے۔ اور ان میں سے ایک کو نقد ادا کرنا اور دوسرے کو ادھار ادا کرنا جائز نہیں خواہ وہ مدّت تھوڑے عرصے کیلئے ہو یا زیادہ مدت کیلئے۔

قوله: فلو باعَ الذّهب بِالفضّةِ مجازفةً صحّ ان تقابضا في المجلس...[1]

(پس اگر فروخت کیا سونا چاندی کے عوض اٹکل سے تو صحیح ہے اگر قبضہ کر لیا دونوں نے مجلس میں)

قال ابو بکر رضی اللہ عنہ: قال رسول الله ﷺ لا تبيعوا الذهب بالذهب إلّا سواءً بسواءٍ، والفضةَ بالفضّةِ إلّا سواءً بسواءٍ، وبيعوا الذهب بالفضةِ والفضةَ بالذهب كيفَ شئتم۔[2]

[1] کنز الدقائق: ص 292 کتاب الصرف ط: رحمانیہ

[2] البخاری: حدیث 2175

ترجمہ:

"حضرت ابو بکرؓ سے روایت ہے فرماتے ہے: کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سونے کو سونے کے عوض فروخت نہ کرو مگر برابر برابر۔ اور چاندی کو چاندی کے عوض فروخت نہ کرو مگر برابر برابر اور سونے کو چاندی کے عوض، اسی طرح چاندی کو سونے کے عوض جیسے چاہو فروخت کرو۔"

اصول نمبر3:

مذکورہ پہلی صورت (کہ جب سونے کا سونے سے، یا چاندی کا چاندی سے تبادلہ کیا جائے) تو مقدار کا برابر ہونا واجب ہے۔ اگرچہ ایک طرف سونا یا چاندی خالص (عمدہ) ہو اور دوسری طرف سونے یا چاندی میں کچھ کھوٹ ملا ہو مگر وہ کھوٹ بھی زیادہ نہ ہو۔ اسی طرح خواہ وہ زیور کی شکل میں ہوں، ڈلی کی شکل میں ہوں یا سکہ وغیرہ کی شکل میں.....

عَنْ مَالِكِ بْنِ أَوْسٍ سَمِعَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «البُرُّ بِالبُرِّ رِبًا، إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ، وَالشَّعِيرُ بِالشَّعِيرِ رِبًا إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ، وَالتَّمْرُ بِالتَّمْرِ رِبًا إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ»[1]

ترجمہ:

"حضرت عمرؓ سے روایت ہے، وہ رسول اللہ ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا گندم کے بدلے گندم فروخت کرنا سود ہے مگر یہ کہ وہ ہاتھوں ہاتھ ہو، جو کے عوض جو بیچنا سود ہے مگر یہ کہ وہ ہاتھوں ہاتھ ہو اور کھجور کے عوض کھجور فروخت کرنا سود ہے مگر یہ کہ وہ ہاتھوں ہاتھ ہو۔"

[1] صحيح البخاری: باب بيع التمربالتمر، ٣ص ٧٣ شاملہ رقم الحديث: ٢١٧٠

’’وقولہ: والجودۃ فی اموالِ الرّبا لاقیمۃ لھا شرعاً عند مُقابلتِھا بجنسھا لقول النبیﷺ: جیدھا وردیّھا سواء اسقط اعتبار الجودۃ والساقط شرعا ملحق بالساقط حقیقۃً۔ [1]

ترجمہ: اور سودی اموال میں جید کا اپنی جنس کے مقابلے میں بیچنے کی شرعا کوئی قیمت متعین نہیں ہے، آپ ﷺ کے اس فرمان کی وجہ سے کہ ’’اس کی جید اور ردی دونوں برابر ہیں۔ تو جدت والے فلوس کا اعتبار ساقط ہوا اور جو چیز شرعاً ساقط ہو جائے وہ حقیقت میں ساقط ہو جاتی ہے۔

اصول نمبر4:

اگر سونے چاندی کی روپوں کے عوض ادھار خرید وفروخت کریں تو یہ جائز ہے لیکن سودے کے وقت ایک جانب سے قبضہ کرنا اشد ضروری ہے۔ یعنی ایک طرف سے ادھار تو ہو سکتا ہے لیکن دونوں طرف سے ادھار ہو یہ جائز نہیں۔ اسکی وجہ آپ ﷺ کا یہ ارشاد گرامی ہے:

عن ابن عمر رضی اللہ عنہ أنّ النّبیّ ﷺ نھیٰ عن بیع الکالی بالکالی [2]

(کہ حضرت عبد اللہ ابن عمرؓ فرماتے ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ادھار کی ادھار کے عوض بیع سے منع فرمایا۔)

(باع فلوسا بمثلھا أو بدراھم أو بدنانیر فإن نقد أحدھما جاز) وإن تفرقا بلا قبض أحدھما لم یجز لما مر (کما جاز بیع لحم بحیوان ولو من جنسہ) لأنہ بیع الموزون بما لیس بموزون [3]

ترجمہ:

’’فلوس یعنی تانبے پیتل کے سکے فلوس کے عوض ہیں یا چاندیا سونے کے سکوں کے عوض میں فروخت کیئے تو اگر ان میں سے کسی ایک مال کی بھی ادائیگی آپس میں جدا ہونے سے پہلے کر دی تو فروخت

---

[1] البدائع: ۲/۷۳

[2] الدرایہ فی تخریج احادیث الھدایہ: ص۱۵۷ ج۱ المکتبۃ الاثریہ شیخوپورہ پنجاب

[3] الدر المختار وحاشیہ ابن عابدین: مطلبفی استقراض الدراھم عددا: ص۱۷۹ ج۵ شاملہ

جائز ہے اور اگر کسی ایک مال پر قبضہ سے پہلے بائع ومشتری ایک دوسرے سے جدا ہو گئے تو سودا جائز نہ رہے گا۔"

[تنبیه] سئل الحانوتي عن بيع الذهب بالفلوس نسيئة. فأجاب: بأنه يجوز إذا قبض أحد البدلين لما في البزازية لو اشترى مائة فلس بدرهم يكفي التقابض من أحد الجانبين قال: ومثله ما لو باع فضة أو ذهبا بفلوس كما في البحر عن المحيط [1]

"علامہ حانوتیؒ سے فلوس کے بدلے سونے کو ادھار فروخت کرنے کے بارے میں سوال کیا گیا، تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ جائز ہے، بشرط یہ کہ ایک بدل پر قبضہ ہو، کیونکہ بزازیہ میں مذکور ہے کہ اگر کوئی شخص سو فلوس ایک درہم کے بدلے خریدے، تو ایک جانب سے قبضہ کافی ہے، فرمایا: اسی طرح اگر فلوس کے بدلے چاندی یا سونے کو بیچے یہ بھی جائز ہے۔"

چونکہ آج کل کا روپیہ بھی فلوس میں شامل ہے لھذا روپوں کے عوض سونے چاندی کی خرید وفرخت کرنا جائز ہے۔ لیکن اس شرط کے ساتھ کہ بیع کرتے وقت ایک طرف سے مال پر قبضہ پایا جائے۔ ورنہ یہ بیع پھر اس صورت میں بیع الکالی بالکالی (ادھار کی ادھار سے خرید وفروخت) متصوّر ہو گی۔ جس سے احادیث میں بہت تاکید کے ساتھ ممانعت آئی ہے۔

فائدہ:

یاد رہے کہ مذکورہ آخری صورت پر بیع صرف کی تعریف صادق نہیں آتی اس کی وجہ یہ ہے کہ ثمن خلقیہ (جیسے سونا اور چاندی) میں صَرف کے احکام جاری ہوتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ثمن بننے کیلئے ہی پیدا کیا ہے ثمن اعتباریہ میں نہیں۔ جو کسی رِواج نے یا مثلاً کسی قانون نے اس کو ثمن بنا دیا ہو جیسے آج کل کاغذ کے روپے (نوٹ) یا پیتل تانبہ اور دھات وغیرہ کے سکے ہیں۔ اس کی پوری تفصیل آگے آرہی ہے۔

---

[1] الدر المختار وحاشیہ ابن عابدین: مطلب فی استقراض الدراھم عدداً ج ۵ ص ۱۸۰ شاملہ

لہٰذا اس پر بیع صرف کے احکام لاگو نہیں ہوں گے راجح اور مفتیٰ بہ قول یہی ہے۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ کا بھی یہی فتویٰ ہے، چنانچہ اس میں سونے، چاندی اور کرنسی نوٹوں کا کم و بیش ہونا بھی جائز ہے اور اس کا نقد تبادلہ بھی ضروری نہیں بلکہ اس میں ادھار کا معاملہ چل سکتا ہے، تاہم ایک طرف سے قبضہ کا پایا جانا پھر بھی واجب ہے کما مرّ۔[1]

(باب پنجم)

سونے کے زیور کی سونے کے عوض اور چاندی کے زیور کی چاندی کے عوض خرید و فروخت

فصل اول:

سونے کے زیور کی سونے کے عوض اور چاندی کے زیور کی چاندی کے عوض برابر خرید و فروخت کرنا جائز ہے لیکن کمی و بیشی سود شمار ہو گا۔

نقلی دلیل:

عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي مَنْصُورٍ، عَنْ أَبِي رَافِعٍ، [ص: 71] قَالَ: مَرَّ بِي عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَمَعَهُ وَرِقٌ فَقَالَ: «اصْنَعْ لَنَا أَوْضَاحًا لِصَبِيٍّ لَنَا» . قُلْتُ : يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ , عِنْدِي أَوْضَاحٌ مَعْمُولَةٌ , فَإِنْ شِئْتَ أَخَذْتُ الْوَرِقَ وَأَخَذْتَ الْأَوْضَاحَ. فَقَالَ عُمَرُ: مِثْلًا بِمِثْلٍ ، فَقُلْتُ نَعَمْ ، فَوَضَعَ الْوَرِقَ فِي كِفَّةِ الْمِيزَانِ , وَالْأَوْضَاحَ فِي الْكِفَّةِ الْأُخْرَى , فَلَمَّا اسْتَوَى الْمِيزَانُ , أَخَذَ بِإِحْدَى يَدَيْهِ , وَأَعْطَى بِالْأُخْرَى[2]

ترجمہ:

---

[1] اسلام جدید و معاشی مسائل 2/79-88 ملخصاً

[2] شرح معانی الاثار: باب الربا ص ۷۰ ج ۴ شاملہ

"حضرت ابو رافع کہتے ہیں کہ: حضرت عمر بن الخطابؓ میرے پاس آئے، آپ کے پاس چاندی تھی، اور کہا کہ ہماری ایک بچی کیلئے پازیب بنادو، میں نے کہا کہ اے امیر المؤمنین! میرے پاس بنے ہوئے پازیب رکھے ہیں، آپ چاہیں تو چاندی میں لیتا ہوں، اور آپ پازیب لے لیں، حضرت عمرؓ نے پوچھا، برابر وزن دینے میں تیار ہو؟ میں نے کہا جی ہاں، تو حضرت عمرؓ نے چاندی ترازو کے ایک پلڑے میں رکھی اور پازیب دوسرے میں، جب ترازو سیدھی ہوگئی، تو اپنے ایک ہاتھ سے پازیب کو لیا، اور دوسرے ہاتھ سے چاندی پکڑی۔"

لہذا معلوم ہوا کہ سونے کے تیار زیور کو زائد سونے کے عوض میں اور چاندی کے تیار زیور کو زائد چاندی کے عوض میں فروخت کرنا ہرگز جائز نہیں، اگرچہ یہ اضافہ مزدوری کے طور پر ہو، تب بھی جائز نہیں۔ اس کی بہتر صورت یہ ہوسکتی ہے کہ سونے یا چاندی میں اضافہ کرنے کے بجائے نقد رقم لی جائے۔ جسے عام طور پر بنوائی کہا جاتا ہے۔

عقلی دلیل:

عموماً یہ سمجھا جاتا ہے کہ سونے چاندی کی تخلیق زیب وآرائش کے طور پر ہے حالانکہ یہ خیال سراسر غلط ہے بلکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کی پیدائش اوران کی تخلیق کرنسی کے طور پر کی ہے، چنانچہ کرنسی کے طور پر اس کا استعمال شریعت کی نظر میں مقصود بالذات ہے۔ اور اس کو مقصود بالذات بنا کر ثمن بنا دیا ہے۔ جبکہ زیور کے طور پر اس کا استعمال محض عارضی استعمال ہے۔ لہذا وہ کسی بھی شکل میں ہو ان کی کرنسی (Currency) کی حیثیت کبھی ختم نہیں ہوتی بلکہ برقرار رہتی ہے۔

جبکہ کرنسی (Currency) صرف وہ چیز بن سکتی ہے جو خود مقصود بالذات نہ ہو بلکہ دیگر اشیاء کی مالیت کی تعیین میں معیار (Qualty) ومیزان (Standard) کا کام دے سکے۔ اور حقیقی معیار صرف وہ ن ہے جو خود بدلتا نہ ہو۔ اور یہ تمام ترصفات صرف سونے اور چاندی میں ہی پائی جاتی ہیں۔

فصل دوم:

ثمنیت کیا ہے...؟

ثمنیت کسی شئ کے عوض ہونے کو کہا جاتا ہے، چنانچہ ابو الفتح ناصر الدین اپنی کتاب میں ثمنیت کی تعریف کچھ یوں کرتا ہے۔

الثمن اسم لما هو عوض من المبيع[1]

(جو کسی بیچی ہوئی چیز کا بدل بن سکے اس کو ثمن کہا جاتا ہے۔)

والمعروف أن الثمن هو ما جعل عوضاً في عقد البيع[2]

(کہ مشہور یہی ہے کہ ثمن وہ چیز ہے جو عقد بیع میں عوض بنے۔)

غرض عقد بیع میں جو چیز مبیع کے مقابلے میں آجائے شرعاً وہ ثمن ہے۔

(باب ششم)

خام سونے اور چاندی کی خرید وفروخت

کاروبار میں کبھی کبھی نقد عقد کی ضرورت پڑتی ہے اور کبھی کبھار ادھار عقد کی ضرورت پڑتی ہے۔ صرافہ بازار میں بھی آج کل سونے اور چاندی کے نقد اور ادھار بیع کے مختلف قسم کے طریقے رائج ہیں۔ اسی طرح رقوم کی ادائیگی میں بھی نئے طریقے رائج ہیں جن کا آگے ابواب میں تفصیلی طور پر تذکرہ کیا جائے گا۔ ذیل میں پہلے سونے چاندی کی نقد اور پھر ادھار عقود کے مسائل بیان کئے جاتے ہیں۔

---

1 کتاب المغرب فی ترتیب المعرب المشہور بہ المطرزی

2 تطور النقود للدکتور احمد حسن الحسنی صفحہ: ۱۳۳

فصل اول:

سونے کی چاندی کے عوض اور چاندی کی سونے کے عوض نقد بیع

شروع میں تفصیل سے یہ بتایا گیا کہ جب سونے اور چاندی دو مختلف اجناس کا آپس میں تبادلہ ہو رہاہو تو اس میں مقدار مختلف بھی ہو سکتی ہے یعنی دو مختلف اجناس کی آپس میں بیع کرنا کمی بیشی کے ساتھ بہر صورت جائز ہے۔ البتہ چونکہ دونوں جانب ثمن خلقیہ ہیں کہ ایک طرف سونا ہے اور دوسری طرف چاندی، تو بیع صرف ہونے کی وجہ سے دونوں طرف قبضہ کرنا ضروری ہے۔لہذا اگر ایک طرف دو تولہ سونا اور ایک تولہ چاندی ہو تو اس کا ایک تولہ سونا اور پچاس تولے چاندی کے عوض بیع کرنا صحیح ہے۔

انتباہ:

اس طرح بیع کرتے وقت یوں سمجھا جائے گا کہ دو تولے سونا پچاس تولے چاندی کے عوض میں اور ایک تولہ سونا ایک تولہ چاندی کے عوض میں ہے۔ لیکن یہ تب سمجھا جائے گا کہ جب دونوں نے اپنی زبان سے کچھ اور نہ کہا ہو، چنانچہ اگر انہوں نے زبان سے تصریح کی کہ دو تولہ سونا پچاس تولے چاندی کے عوض میں اور ایک تولہ سونا ایک تولہ چاندی کے عوض میں ہے تو پھر ان کی تصریح کا اعتبار ہو گا اور معاملہ سود کا ہو جائے گا۔

فصل دوم:

خام سونے اور چاندی کی ادھار خرید وفروخت

جیسا کہ بتایا گیا کہ سونے اور چاندی کے کاروبار میں کبھی کبھی ادھار عقد کی ضرورت بھی پڑتی ہے یعنی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے ایک سُنار کچھ زیور تیار کرتا ہے اور اس میں ۲۲ کیرٹ کا سونا استعمال کرتا ہے اور اس میں مزید نگینے وغیرہ بھی لگاتا ہے اور یہ سنار اس تیار کئے ہوئے زیور کو فروخت کرنے کیلئے دکاندار کے پاس لے جاتا ہے۔ چنانچہ دکاندار کو وہ زیور پسند آجاتا ہے اور وہ اس زیور کو اس طور پر خرید لیتا ہے کہ مزدوری تو نقد یا کچھ دن کے بعد دے دے گا، جبکہ زیور کے وزن کے مساوی خالص سونا کچھ دن بعد یکمشت یا قسطوں میں ادا کرے گا۔

اور بعض اوقات دوکاندار حضرات خود ہی سُنار کو آرڈر دے دیتے ہیں کہ سُنار اس کیلئے اپنے سونے سے مختلف چیزیں بنا کر اُسے دے دیں، اور اسی طرح سُنار اس کیلئے اپنے سونے سے مختلف چیزیں بنا کر اُسے دے دیتا ہے جبکہ دوکاندار سُنار کو اس کی مزدوری اسی وقت یا بعد میں جب سُنار کو ضرورت ہو اور وہ مُطالبہ کرے، اس وقت تھوڑی تھوڑی کر کے یا یکمشت دے دیتا ہے۔

تو ان دونوں صورتوں میں کھوٹ ملے سونے، چاندی کی خرید و فروخت کا حکم وہی ہے جو خالص سونے اور چاندی کا ہوتا ہے، کہ اس کو برابر سرابر، نقد در نقد بیچا جائے اور ادھار کا معاملہ نہ ہو۔ لہذا مذکورہ دونوں صورتوں میں چونکہ سونے کے عوض سونے کی بیع ہو رہی ہے، اور اس میں ادھار ہو رہا ہے اسلئے اس میں بیع صَرف ہونے کے ناطے ادھار کا معاملہ جائز نہ ہو گا۔

مذکورہ دونوں صورتوں کی متبادل جائز صورت:

ان دونوں کی متبادل جائز صورت یہ ہو سکتی ہے کہ دوکاندار سُنار سے زیور ادھار روپوں میں خرید لے اور پھر قیمت یکمشت یا قسطوں میں ادا کرے۔ یہاں اب ادھار جائز ہو گا اسلئے کہ ایک طرف ثمن خلقی (سونا) ہے اور دوسری طرف ثمن عرفی (کرنسی) ہے جس کا لین دین بیع صَرف نہیں ہے البتہ یہاں پر بھی ایک جانب "زیور" پر قبضہ کرنا ضروری ہے تاکہ بیع الکالی بالکالی لازم نہ آئے۔

اسی طرح کبھی دوکانداراور گاہک کے درمیان ایک معین مقدار میں خالص سونے / چاندی کا ادھار عقد طے ہو جاتا ہے اور بیع کرتے وقت سونے / چاندی کی قیمت بھی طے ہو جاتی ہے لیکن قیمت کی ادائیگی گاہک کی مرضی پر چھوڑ دی جاتی ہے۔ چنانچہ دوکاندار کو بھی گاہک پر اعتماد ہوتا ہے کہ وہ عنقریب قیمت ادا کریگا۔ پس اس طرح نہ قیمت کی ادائیگی میں زیادہ عرصہ کا ادھار چلتاہو، اور نہ گاہک قیمت کی ادائیگی میں غیر معمولی تاخیر کرتاہو۔ تواس سلسلے میں اگر دونوں طرف سوناہو یادونوں طرف چاندی ہو، تب تو سونے، چاندی کا آپس میں ادھار لین دین کرنا کسی بھی صورت میں جائز نہیں۔ البتہ اگر سونے چاندی کی بیع کرنسی سے ہو رہی ہو تو پھر اس میں دو صورتیں ہو سکتی ہیں۔

1: یہ کہ سونے، چاندی کا ادھار عقد طے ہو جائے اور قیمت کی ادائیگی کی مدت مقرر نہ ہو تو بیع مجہول ہونے کی وجہ سے یہ صورت درست نہیں۔ (2) یہ کہ مدت کا ذکر بالکل نہ ہو اور سودا طے ہو جانے کے بعد قیمت کی ادائیگی گاہک کی مرضی پر چھوڑ دی جائے تاہم دوکاندار کو بھی یہ حق حاصل ہو کہ وہ جب چاہے قیمت کا مطالبہ کرے تو اس صورت میں چونکہ ایک تو نقد کی بیع ہو رہی ہے جبکہ دوسری طرف قیمت کی ادائیگی بھی بیچنے والے کی رضامندی سے مؤخر کی جاسکتی ہے اس لئے یہ صورت جائز شمار ہو گی۔

(مسئلہ) ادھار سودے کی ادائیگی میں تاخیر پر مقررہ قیمت سے زیادہ رقم لینا

سونے کی بیع جب کرنسی سے ہو رہی ہو تو اس میں ادھار تو چل سکتا ہے، البتہ ادھار کی وجہ سے سونے کی مقرر کی گئی رقم سے زیادہ رقم لینا اور اس دن کے بازاری بھاؤ سے زیادہ رقم وصول کرنا (کہ اگر خریدار نے طے شدّہ مدت میں قیمت ادا نہ کی تو تاخیر کی صورت میں خریدار ایک خاص معیّن رقم فی ہفتہ مزید ادا کریگا) درست نہیں اسلئے کہ تب یہ سودخوری کا حیلہ بنے گا۔

قوله: وصح بثمن حال وهو الأصل ومؤجل الى معلوم لئلا يفضي الى النزاع ه[1] . وفيه أيضا: وشرط لصحته معرفة قدر مبيع وثمن ووصف لمن أه[2] . وفي المبسوط للامام السرخسي: و اذا عقد العقد على أنه الى اجل كذا بكذا و بالنقد بكذا أو (قال) الى شهر بكذا أو إلى شهرين بكذا فهو فاسد لأنه لم يقاطعه على من معلوم ولنهي النبي صلى الله عليه وسلم عن شرطين في بيع وهذا اذا افترقا على هذا فان كان يتراضيان بينهما ولم يفترقا حتى قاطعه على ثمن معلوم و أتما العقد عليه فهو جائز لانهما ما افترقا الا بعد تمام شرط صحة العقد اه[3] .وفي الهنديه: رجل باع على أنه بالنقد بكذا وبالسيئة بكذا أو الى شهر بكذا و الى شهرين بكذا لم يجز كذا في الخلاصة [4] هكذا في البزازية بهامش الهندية[5] و في البحوث: الجزم بأحد القمنين شرط للجواز اه.[6] وفي الهدايه: لان للأجل شهبا بالمبيع ألا ترى أنه يزاد في الفمن لأجل الأجل اه.[1] وفيه أيضا: يجوز

---

[1] الدر المختار: (۴/۵۳۳)

[2] الدر المختار : (۴/۵۲۹)

[3] المبسوط للامام السرخسی: (۱۳/۸۰۷)

[4] الهنديه: (۳/۱۳۶)

[5] البزازية بهامش الهندية (۴/۴۳۱)

[6] بحوث فی قضایا فقهيه المعاصره: ص: ۱۴

البیع بثمن حال و مؤجل اذا کان الأجل معلومة اه.[2] وفی الشامیة: و الحاصل أن المذهب عدم التعزیز بأخذ المال اه[3].. في شرح المجلة للأتاسی: رقم المادة. (۲۳۷) تسمیة الثمن حین البیع لازمة فلو باع بدون تسمیة لمن کان البیع فاسدة. وقال في المادة: (۲۳۸) یلزم أن یکون الثمن معلوما ای بالاشارة الیه او بیبان مقداره ووصفه... لان التسلم والتسلیم واجب بالعقد وجهالة ماذکر مفضیة للمنازعة، فیمتنع التسلیم والتسلم، وکل جهالة هذه صفتها لمنع الجواز اة.[4] و في الهداية: وقد نهی النبي صلی الله علیه وسلم عن بیع وشرط: ثم جملة المذهب فیه ان یقال کل شرط یقتضیه العقد..........لا یفسد العقد.......... وکل شرط لایقتضیه العقد وفیه منفعة لأحد المتعاقدین أو للمعقود علیه وهو من أهل الاستحقاق یفسده اه[5].

(مسئلہ) ادھار سودے کی ادائیگی میں تاخیر پر مقررہ وزن میں کمی کرنا

اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ کہ اگر خریدار نے طے شدّہ مدت میں قیمت ادا نہ کی تو تاخیر کی صورت اضافی رقم وصول تو نہیں کیا جاتا، البتہ تاخیر سے ادائیگی میں خریدار سے سونے میں ایک خاص معیّن وزن کم کر دیا جائے گا۔ اور یہ صورت بھی ماقبل صورت کی طرح جائز نہیں ہے۔

---

[1] الهدایه: (۳/ ۶۴)

[2] الهدایه: (۳/ ۱۳۹)

[3] الشامي: (۴/ ۲۲)

[4] شرح المجلة للأتاسی: ۵۸ / ۲

[5] الهداية: (۵۹ / ۳)

فصل سوم:

زیورات کا پالش یا ویسٹ

اسی طرح ان میں پالش کا مسئلہ بھی سامنے آجاتا ہے لیکن یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ پالش کوئی الگ چیز نہیں ہے جو زیور کے اوپر لگائی جاتی ہے بلکہ پالش یا ویسٹ ایسے وزن کو کہا جاتا ہے جو زیورات کی تیاری کے دوران کم ہوتا ہے۔زیورات کی تیاری کے دوران مختلف مشینوں اور طریقوں کو استعمال میں لایا جاتا ہے جس سے سونا یا چاندی کی کچھ مقدار ضائع ہو جاتی ہے۔دوکاندار اور کاریگر کے درمیان پالش کیلئے چھلائی کی خاص شرح مقرر اور معروف ہوتی ہے اس چھلائی کو بھی" چھجیبی "کہا جاتا ہے۔اگر چھجیبی معروف شرح سے زیاد ہو جائے تو دوکاندار کاریگر سے زائد چھلائی واپس لیتا ہے۔اور آپس میں جتنی چھلائی او چھجیبی طے کر لیا جائے یا جو معروف و مروج ہو اس سے زیادہ حاصل کرنا یا حاصل کرنے کی کوشش کرنا جائز نہیں ہے۔

زیورات کی کاٹ یا کٹوتی

زیورات کی تیاری کے دوران جوڑ لگانے کے لئے ٹانکہ کا استعمال کیا جاتا ہے اور یہ ٹانکہ سونے یا چاندی کے علاوہ دیگر دھاتوں پہ مشتمل ہوتا ہے۔یا پھر زیور کی مضبوطی کے لئے اس میں ملاوٹ کرنا ناگزیر ہوتا ہے ان میں نگینے، آرائشی پتھر اور مینہ وغیرہ بھی شامل ہوتے ہیں کچھ سنار دھوکہ کرنے کی نیت سے جان بوجھ کر اس ملاوٹ کی مقدار ضرورت سے زیادہ بڑھا دیتے ہیں جبکہ ایسا درست نہیں۔

کاسٹنگ کا مسئلہ

کاسٹنگ کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ دوکاندار کسی زرگر سے زیور کا ایک ڈھانچا بنوا دیتا ہے جس کو کاسٹنگ کہا جاتا ہے۔اس کیلئے کبھی کبھار کہ دوکاندار اپنا سونا زرگر کو اس کیلئے دے دیتا ہے اور کبھی کبھار وہ زرگر کو یہ کہہ دیتا ہے کہ وہ اپنے سونے سے فی الحال زیور بنوائے اور پھر بعد میں اس کو پیسے یا سونا دیتا ہے۔

توکاسٹنگ میں بھی وہی عمل ہوتاہے جو پالش کے مسئلہ میں گزر چکا۔ یعنی کہ اس میں بھی سونے کی چھیجیں ہوتی ہے جو کہ معروف ومروج ہوتی ہے اور بعد ازاں کاسٹنگ والے کو یہ معمولی سا سونا(چھیجیں والا سونا) بھی ملتاہے اور الگ سی مزدوری بھی دی جاتی ہے۔ توشریعت مطہرہ کی روسے اس حد تک تو معاملہ کرنا جائز ہے لیکن اگر کاسٹنگ والے کبھی مشین کی روانی تیز ہونے کا عذر کرکے زیادہ چھیجیں حاصل کرنے کی کوشش کریں تو یہ جائز نہیں اس لیے کہ اس طریقے سے یہ شخص آڈر دینے والے کو نقصان پہنچاتاہے۔ اسی طرح بعض اوقات کاسٹنگ والے صحیح صفائی نہیں کرتے جس کی وجہ سے زیور پر کاسٹنگ پاؤڈر کی ہلکی سی تہہ رہ جاتی ہے جو زیور کے وزن کو بڑھاتی ہے۔ چنانچہ کاسٹنگ والا اس زائد وزن کے مقابلے میں بھی دکان دار سے خالص سونا وصول کرتاہے جب کہ بعد میں اس زیور سے پالش کرنے سے وہ تہہ ختم ہوجاتی ہے تو یہ معاملہ ایک دھوکہ ہے جو کہ ناجائز ہے۔

فصل چہارم:

گولڈ لیبارٹری

وقت کے ساتھ ساتھ جس طرح ہر کام میں جدت آگئی ہے اسی طرح زیورات کے شعبے میں بھی سائنس نے بہت ترقی کی ہے اور ایسے کام جن پہ کئی کئی گھنٹوں کی محنت مطلوب ہوتی تھی اب چند ہی لمحوں میں پایا تکمیل کو پہنچ جاتے ہیں۔

ایسا سونا یا چاندی جو پرانے زیورات کی صورت میں گاہکوں سے خریدنے کے بعد سنار پگھلا کر ایک ٹھوس سلاخ کی شکل دے دیتاہے "رینی" کہلاتاہے۔ اس "رینی" کے نئے زیورات بنانے یا اسے مارکیٹ میں بیچنے سے پہلے اس کو خالص کرنا یعنی کہ سونا الگ اور ملاوٹ وغیرہ الگ کرنا ضروری ہوتاہے۔ جو کافی محنت طلب کام ہے کچھ عرصہ پہلے تک اسے سنار خود ہی (یا سنار برادی میں ایک خاص طبقہ جو یہی کام کرتاہے جنہیں نیاریہ بھی کہا جاتاہے اس کو) خالص کرتے تھے۔ اسکام کو نیارہ کہا جاتاہے اور اس پہ اچھا خاص وقت سرف کرتے تھے لیکن اب اس مقصد کے لئے گولڈ ٹیسٹ لیبارٹریز وجود میں آچکی ہیں جہاں سنار یہ "رینی "لے کر جاتے ہیں اور لیبارٹری والے چند لمحوں میں ہی ایک رپورٹ تیار کرکے سنار کے ہاتھ میں تھما

دیتے ہیں جس پہ یہ تفصیل درج ہوتی ہے کہ اس میں کتنا خالص سونا ہے اور کتنی ملاوٹ۔ سنار اسی وقت خالص سونا یا رقم جو چاہے لیبارٹری والے سے وصول کر سکتا ہے۔ لیبارٹری والا اس کام کا معقول معاوضہ وصول کرتا ہے۔ دنیا میں گولڈ ٹیسٹ لیبارٹری کے کئی طریقے ہیں جن کا مختصر تعارف درج ذیل ہے۔ تاہم پاکستان میں اول الذکر دو طریقے ہی استعمال ہو رہے ہیں یعنی کہ پانی والی لیبارٹری اور تحلیل والی لیبارٹری۔

☆: پانی والی یا فوری لیبارٹری

اس میں "رینی" کا وزن اور "رینی" کا پانی کے اندر وزن الگ الگ کمپیوٹر میں داخل کئے جاتے ہیں اور اینٹر کا بٹن دباتے ہی کمپیوٹر کی سکرین پہ سونے کا رزلٹ آجاتا ہے جس میں خالص سونا اور ملاوٹ کی مقدار کا وزن الگ الگ لکھا ہوتا ہے۔ اس لیبارٹری کو فوری لیبارٹری یا ایک منٹ والی لیبارٹری بھی کہا جاتا ہے۔ لیکن اس کے رزلٹ کو سو فیصد درست نہیں کہا جا سکتا کیوں کہ اس میں کبھی کبھی غلطی کی گنجائش بھی باقی رہتی ہے۔

☆: تحلیل والی لیبارٹری

اس میں "رینی" سے تھوڑا سا سونا کاٹ کر اس کو تیزاب میں تحلیل کر کے خالص کیا جاتا ہے پھر کمپیوٹر کو کاٹے گئے سونے کا وزن، نکلنے والے خالص سونے کا وزن اور ساری "رینی" کا وزن بتایا جاتا ہے۔ اور اینٹر کا بٹن دباتے ہی سکرین پہ سونے کا رزلٹ آجاتا ہے جس میں خالص سونا اور ملاوٹ کی مقدار کا وزن الگ الگ لکھا ہوتا ہے۔ یہ رزلٹ سو فیصد درست سمجھا جاتا ہے۔

☆: ایکسریز یا لیزر لیبارٹری

ایک بکس ہوتا ہے جو اندر سے بالکل سیاہ اور کمپیوٹر سے منسلک ہوتا ہے اس میں "رینی" کو رکھ کر سوئچ دبا کر برقی لہروں کو چالو کر دیا جاتا ہے جو لمحوں میں ہی تجزیہ کر کے کمپیوٹر کو بتا دیتی ہیں کہ اس میں کتنا خالص سونا ہے اور کتنی ملاوٹ ہے۔

☆: کرنٹ لیبارٹری

اس میں "رینی" کے دونوں سروں کے دو الگ الگ تاروں سے منسلک کر کے مشین کو چالو کر دی جاتی ہے۔ یہ دو تاریں مخصوص قسم کے کرنٹ کے "رینی" سے گزارنے کے لئے استعمال ہوتی ہیں جس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ اس میں کتنے فیصد خالص سونا ہے۔

نوٹ:

چاندی کے لئے صرف تحلیل والی لیبارٹری کا ہی استعمال کیا جاتا ہے۔

(مسئلہ) مینا کاری والے زیورات کی سونے چاندی کے عوض خرید و فروخت

کچھ زیورات ایسے تیار کئے جاتے ہیں جن پر میناکاری کی جاتی ہے۔(مینا: ایک خالص قسم کا رنگ دار شیشہ ہوتا ہے جس کو باریک پیس کر سونے پر چپکایا جاتا ہے، اور بیل بوٹے بنائے جاتے ہیں جسے عام طور پر میناکاری کہا جاتا ہے) ان زیورات کے لین دین مین بھی پورے وزن کے بدلے سونا دیا جاتا ہے۔ تو یہ صورت جائز ہے اگر چہ اس میں میناکاری کا وزن کاٹ کر نہیں کیا جاتا البتہ مینا چونکہ شیشہ ہے سونا نہیں اسلئے قیمت میں سے کم سے کم اتنی ہی مقدار کے سونے پر قبضہ کرنا ضروری ہے جتنا کہ اس زیور میں کھوٹ ملا سونا موجود ہے بشرط یہ کہ لین دین نقد ہو، ادھار کا معاملہ نہ ہو۔ لہذا اگر 10 گرام سونے کی چوڑیاں ہے اور اس پر 2 گرام مثلاً میناکاری ہوئی ہے اور اس کی قیمت 12 گرام سونا طے ہو تو مشتری اس چوڑی کے وزن 10 گرام سونے کے عوض 10 گرام سونا موقع پر ادا کرے۔ جبکہ 2 گرام سونے کی ادائیگی (جو مینا کے مقابل ہے) بعد میں بھی کر سکتا ہے۔

(مسئلہ) اپنی انگوٹھی کسی اور کی انگوٹھی سے بدل لی تو کیا حکم ہے؟

کوئی شخص اپنی انگوٹھی کسی اور کی انگوٹھی سے بدل لے تو اس کی کل تین صورتیں بن سکتی ہیں جن میں پہلی صورت شرعاً جواز رکھتی ہے جبکہ باقی دو صورتوں میں سود ہے اس وجہ سے وہ جائز نہیں۔

(۱) اگر دونوں انگوٹھیوں پر نگ لگا ہو تب تو یہی سمجھا جائے گا کہ ایک انگوٹھی کی چاندی دوسرے کے نگ کے عوض ہے اور دوسری انگوٹھی کی چاندی پہلی کے نگ کے مقابلے میں ہے۔ خواہ دونوں کی سونا چاندی برابر ہو یا کم زیادہ سب درست ہے۔ البتہ دست بدست ہونا ضروری ہے۔ اور ہم یوں سمجھیں گے کہ ایک طرف کی چاندی دوسری طرف کی نگ کے عوض ہے اور دوسری طرف سے بھی یہی سمجھا جائے گا۔ اور یہ تب کہ جب دونوں نے اپنی زبان سے کچھ اور نہ کہا ہو، چنانچہ اگر انہوں نے زبان سے تصریح کی کہ ایک انگوٹھی کا نگ دوسرے کی چاندی کے عوض ہے اسی طرح دوسری کا نگ پہلی انگوٹھی کی چاندی کے عوض میں ہے تو پھر ان کی تصریح کا اعتبار ہو گا اور معاملہ سود کا ہو جائے گا۔

(۲) دوسری صورت یہ کہ دونوں انگوٹھیاں بے نگ ہوں یعنی سادہ انگوٹھیاں ہوں تو پھر اس میں تماثل کا پایا جانا ضروری ہے اور اس میں کمی بیشی سود شمار ہو گا۔

(۳) تیسری صورت یہ کہ ایک پر نگ لگا ہو اور دوسری انگوٹھی سادہ ہو تو اگر سادہ انگوٹھی میں چاندی زیادہ تب تو جائز ہے ورنہ حرام اور سود ہے۔ اسی طرح دونوں جانب سے قبضہ کا پایا جانا بھی شرط ہے۔ اور عدم تقابض کی صورت میں سود شمار ہو گا۔

ملمع سازی

ملمع سازی کا فن بھی اتنا ہی قدیم ہے جتنا کہ سونا اور چاندی یا دیگر دھاتوں کے زیورات کا فن قدیم ہے۔ ملمع سازی کے ذریعے پیتل چاندی تانبہ یا کسی دیگر دھات کے زیورات کے اوپر قلیل سی مقدار کا سونا چڑھا دیا

جاتا ہے جس سے دیکھنے میں یہ زیورات اصلی سونے کے ہی معلوم ہوتے ہیں اور بعض دفع تو ایسی فنکاری سے نفاست کے ساتھ ملمع سازی کی جاتی ہے کہ کئی سنار بھی دھوکہ کھاجاتے ہیں اور اسے سونے کے زیورات ہی سمجھ بیٹھتے ہیں، حالانکہ وہ سونے کہ نہیں ہوتے بلکہ سونے کی ایک قلیل سی مقدار ان کے اوپر چڑھی ہوتی ہے۔

ماضی میں ایسے زیورات کو "بند ھل" زیورات کہا جاتا تھا لیکن جدید دور نے اسے الیکٹروپلیٹنگ کانام دیا اور اس کے طریقہ کار کو انتہائی آسان بنادیا جب کے ماضی میں یہ کام کافی محنت طلب تھا۔

آج کل مہنگائی کے سبب اکثر خواتین ان زیورات کو ترجیح دیتی ہیں کیوں کہ یہ کافی سستے ہوتے ہیں۔ آج کل چائنہ گولڈ کانام زبان زدعام ہے اس کی حقیقت بھی یہی ہے۔

(مسئلہ)سونے چاندی کے ساتھ کوئی اور چیز خریدنے کا حکم

ایک چاندی کی مدار ٹوپی یادوپٹہ وغیرہ10تولے چاندی کے عوض خریدی گئی، تو دیکھا جائے گا کہ اس ٹوپی وغیرہ میں کتنی مقدار کی چاندی لگی ہے اگر اس میں مثلاً5تولے چاندی کا کام ہوا ہے تو 5تولے چاندی کے عوض 5تولہ چاندی تو اسی وقت ہاتھ درہاتھ دیناضروری ہے تاکہ چاندی پر مجلس عقد میں ہی قبضہ پایاجائے۔ جبکہ باقی 5تولہ چاندی بعد میں بھی مقررہ وقت پر دے سکتا ہے۔

مذکورہ بالا حکم جڑاؤزیور کی خریداری کا بھی ہے کہ جڑاؤزیور کہ جس میں مثلاً2تولہ چاندی ہے اس کو 5تولے چاندی کے عوض خریدا جائے تو خریدار پر یہ لازم ہے کہ وہ2تولہ چاندی تو اسی وقت2تولہ چاندی کے عوض ہاتھدرہاتھ دے۔ جبکہ بقیہ 3تولے چاندی (جو نگوں کے مقابل ہو) بعد میں بھی دے سکتا ہے۔

قسطوں پر سونے چاندی کی ادھار خرید و فرخت

سونے چاندی کی بیع جب کرنسی سے ہو رہی ہو جیسے آجکل کاغذی نوٹوں کے ذریعہ سونے چاندی کی خرید و فروخت ہوتی ہے تو یہ بیع صرف نہیں ہے اس میں اُدھار کی گنجائش بھی ہے، لہذا باہمی رضامندی سے قیمت کی ادائیگی کے لئے اس میں قسطیں مقرر کرنا کہ خریدار ہر ماہ مخصوص رقم بائع کو ادا کرے گا جائز ہے ۔چند شرائط کے ساتھ۔۔۔

۱: بیع کے وقت مبیع پر قبضہ پایا جائے۔

۲: ادھار کی مدت معلوم ہو خواہ مدت ایک سال تک کیوں نہ ہو۔

۳: قیمت اس دن کے بھاؤ کے مطابق ہو۔

۴: ادھار میں تاخیر کی وجہ سے نہ قیمت میں اضافہ کیا جائے اور نہ کوئی جرمانہ گاہک پر عائد کی جائے۔

(مسئلہ) سونے چاندی کے علاوہ دوسری دھاتوں کی ادھار خرید و فرخت

سونے چاندی کے علاوہ جو دھاتیں واقعۃً مستقل دھاتیں ہیں جیسا کہ آج کل platinum, Rhodium, Palladium جیسی دھاتیں قابل ذکر ہیں، اور یہ سونے کی قسم سے نہیں ان کی ادھار بیع کرنا جائز ہے ۔جبکہ اجل (ادھار کی مدت) معلوم ہو اور ان دھاتوں کی بیع کرنسی سے ہو رہی ہو۔

(مسئلہ) Debit card یا Credit card کے ذریعے رقم کی ادائیگی

جدید دور کے تقاضے کی بنیاد پر کبھی کبھار روپوں کی ادائیگی Debit card یا Credit card کے ذریعے ہوا کرتی ہے۔ یہ ادائیگی نقد نہیں ہوتی اور دوکاندار کے اکاؤنٹ میں رقم کی منتقلی فوری نہیں ہوتی بلکہ اس میں کچھ وقت لگتا ہے جب دوکاندار بینک کے پاس اپنی پرچی لے کر جاتا ہے۔ چونکہ یہ ادھار کی ایک

صورت ہے اسلئے ضروری ہے کہ مجلس عقد میں سونے چاندی پر قبضہ پایا جائے تاکہ دونوں طرف سے ادھار نہ ہو۔

سونے چاندی سے زیورات کی تیاری

زیورات بنوانے کے لئے یہ عمل ہوتا ہے کہ دوکاندار کاریگر کو خالص سونا دیتا ہے اور کاریگر اس سونے سے دوکاندار کی ہدایت کے مطابق زیور تیار کر کے دے دیتا ہے۔ چونکہ زیورات خالص سونے اور بغیر دوسری دھاتوں کے ملاوٹ کئے تیار نہیں ہوتے بلکہ خالص سونے میں ایک مقررہ شرح سے دوسری دھاتوں کو ملا کر زیورات تیار کئے جاتے ہیں اس وجہ سے دوکاندار چند باتوں کا اہتمام ضرور کرتا ہے۔یعنی کاریگر کو خالص سونے کے ساتھ ساتھ ملاوٹ کی شرح بتا دیتا ہے۔اور جتنے وزن کے زیورات مطلوب ہوں اس سے زیادہ وزن کا خالص سونا دیتا ہے اس لئے کہ مطلوبہ وزن کے زیورات بنانے کے لئے زیادہ سونے کا استعمال ناگزیر ہے۔

چنانچہ کاریگر ان زیورات کو دوکاندار کی ہدایت کے مطابق اندازے سے تیار کرتا ہے اور کاریگر کو اس سونے میں کچھ اپنی طرف سے اضافی سونا ملانا ضروری ہوتا ہے،(جو کہ کاریگر کا دوکاندار پر قرض ہوتا ہے) اس کے بغیر مطلوبہ وزن کا زیور تیار ہونا ممکن نہیں ہے جس کی وجہ سے زیورات کا وزن عام طور پر وہ نہیں آتا جو دوکاندار نے اس کو بتلایا ہو بلکہ سونا، زیور کی شکل اختیار کرنے تک مختلف مراحل سے گزارنا پڑتا ہے کہیں ڈھلائی ہوتی ہے، کہیں تار کھینچتے ہیں، کہیں گھسائی تو کہیں چھلائی ہوتی ہے اور کہیں پالش ہوتی ہے جس کی وجہ سے اس میں کچھ کمی بیشی ضرور ہو جاتی ہے۔ لیکن کبھی کبھار ایسا بھی ہوتا ہے کہ ماہر کاریگر بہت توجہ دے کر وہ مطلوبہ وزن بھی ٹھیک ٹھیک حاصل کر لیتا ہے۔

تو یاد رہے کہ مذکورہ صورت میں کاریگر کا اپنی طرف سے زائد سونا ملانا دوکاندار پر قرض ہے اور قرض کی صورت میں اس کا لوٹانا واجب ہے اور دوکاندار اس قرض کو سونے کی شکل میں بھی دے سکتا ہے اور چاہے تو اس کے بدلے باہمی رضامندی سے اس کی قیمت بھی دے سکتا ہے۔

(وفي المبسوط للسرخسي: ولو استاجر صائغا يصوغ له طوق ذهب بقدر معلوم وقال زد في هذا الذهب عشرة مثاقيل فهو جائز لانه استقرض منه تلك الزيادة وامره ان يخلطه بملكه فيصير قابضا كذلک ثم استاجره في إقامة عمل معلوم في ذهب له، ولان هذا معتاد فقد يقول الصائغ لمن يستغله إن ذهبک لا يكفي لما تطلبه فيأمره أن يزيد من عنده، فإذا كان أصل الاستصناع يجوز فيما فيه التعامل، فكذلک الزيادة الخ.......... [1]

باب ہفتم:

دورِ حاضر میں کرنسی کے بنیاد پر کئے جانے والے کاروبار

فصل اول:

فاریکس کمپنیاں اور ان کا طریقہ کار

پہلا طریقہ:

آج کل فاریکس اور اس کے نام سے کاروبار کرنے والی نئی کمپنیاں وجود میں آئی ہیں۔ اس کاروبار کے طریقہ کار کی تفصیلات سامنے آئی ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کاروبار کی وہ تمام تر صورتیں جو عام طور سے اختیار کی جاتی ہیں، ناجائز ہیں۔

کاروبار کا طریقہ کار

[1] المبسوط للسرخسی ج / ۱۴، ص ۴۹

کاروبار کا طریقہ کار یوں ہے کہ ایک شخص دس ہزار ڈالر کمپنی میں جمع کروا کے اس اسکیم کا رکن بن سکتا ہے۔ کمپنی والے اس کی رہنمائی کرتے ہیں کہ وہ کب اور کون سی جنس خرید لے کہ جس کو بعد میں فروخت کرکے نفع کی امید کی جاسکتی ہے۔ ہر کرنسی یا شے کی خرید کی کم سے کم مقدار مقرر کی ہوئی ہے، جس کو لاٹ یا کھیپ کہا جاتا ہے۔ مثلاً: 62 ہزار 5 سو برطانوی پاؤنڈ کی یا ایک لاکھ 25 ہزار جرمن مارک کی ایک لاٹ ہوتی ہے۔ اشیاو اجناس میں کپاس چینی اور گندم اور زر نقد میں سونا اور چاندی ہیں۔ سونے کی ایک لاٹ یا کھیپ ایک سو اونس اور چاندی کی ایک لاٹ 5 ہزار اونس پر مشتمل ہوتی ہے۔ جب آپ کسی کرنسی یا مذکورہ اشیا میں سے کسی ایک کی کوئی لاٹ خریدنا چاہیں اور کمپنی کو اپنا آرڈر دے تو کمپنی ان جمع شدہ 10 ہزار ڈالر میں سے 2 ہزار ڈالر بطور بیعانہ یا تحفظ کے رکھ لیتی ہے اور آرڈر مرکزی دفتر کو پہنچا دیتی ہے، جو آرڈر کی تکمیل کر کے لاٹ کی خرید کی اطلاع دیتا ہے۔

چنانچہ بعد ازاں یہ خریداری بھی دو طرح کی ہوتی ہے ایک نقد بیع جس کو عام طور پر انگریزی زبان میں (Cash Tading / Spot Trading) کہا جاتا ہے۔ اور دوسری غائب بیع جس کو (Future Trading) کہا جاتا ہے۔ اور دوسری بیع سلم قسم کی، کہ یہ بیع اپنی بعض شرائط کے ہوتے ہوئے بیع سلم کے مشابہ ہے۔

پس پہلی بیع (Cash Tading) میں مبیع پر قبضہ فوری طور پر ہوتی ہے جبکہ Future Trading (یعنی۔۔۔ بیع سلم) میں یہ طے پاتا ہے کہ قیمت تو ابھی طے کرلی جاتی ہے لیکن مبیع ایک مقررہ مدت کے بعد طے شدہ ماہ میں متعین کی ہوئی تاریخ کو ملے گی۔

فصل دوم:

کاروبار میں کمپنی کا کردار

اس کاروبار میں کمپنی کے کردار کی وضاحت ایک کمپنی(ملہا پ ئرریسورسز) نے کی ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ کمپنی اپنے موکلین اور دنیا کی مختلف تجارتی مراکز میں موجود دلالوں کے درمیان کمیشن ایجنٹ کے طور پر کام کرتی ہے۔ ہر سودا جو کمپنی کراتی ہے، اس پر وہ 50 یا 60 ڈالر کمیشن لیتی ہے، خواہ سودے میں موکل کو نفع ہو یا نقصان ہو، پھر جو لاٹ خریدی، اگر خریداری کے دن ہی فروخت کر دی گئی تو کمپنی صرف اپنی کمیشن وصول کرے گی اور اگر فروخت میں کچھ دن لگ گئے تو کمپنی کمیشن کے علاوہ 5 یا 6 ڈالر یومیہ کے حساب سے سود وصول کرے گی، بعض صورتوں میں موکل کو سود ملتا ہے۔

فصل سوم:

کاروبار کی اقسام

یاد رہے کہ بازار اور مارکیٹ میں عموماً ایک طرح کا کاروبار نہیں ہوتا بلکہ کاروبار میں نقد اور ادھار دونوں طرح کی بیوعات سامنے آجاتی ہیں جبکہ شریعت میں بھی نقد اور ادھار دونوں طرح کی خرید و فروخت درست ہے۔ چنانچہ بسا اوقات کاروباری حضرات اور گاہک دونوں قیمت کی نقد ادائیگی کی سکت نہیں رکھتے یا نقد ادائیگی میسر نہیں ہوتی یا کسی اور وجہ سے اس کے لئے نقد ادائیگی مشکل ہوتی ہے۔ جس کی وجہ سے ادھار کے طور پر قیمت کی ادائیگی کی ضرورت پیش آجاتی ہے قدیم دور کے مروج طریقوں کے علاوہ آج کل دورِ حاضر میں بازار میں کاروبار کے جو رائج طریقے ہیں ان میں سے زیادہ تر Spot Trading اور Future Trading کے طریقے رائج ہیں۔ کہ سپوٹ ٹریڈنگ میں تو نقد بیع ہوتی ہے لیکن فیوچر ٹریڈنگ میں اس کے برعکس غائب سودے کی بیع کی جاتی ہے۔ ذیل میں ان پر تفصیلی طور پر تذکرہ کیا جا چکا ہے۔

پہلی قسم:

سپوٹ، کیش ٹریڈنگ Spot Trading (نقد بیع)

کمپنی کی اپنی وضاحت کے مطابق، وہ اپنے موکلین اور دلالوں کے درمیان رابطہ کرتی ہے اور کمیشن پر سودے کرواتی ہے۔ اس صورت میں سودا موکل اور تجارتی مرکز میں موجود دلال کے مابین ہوتا ہے لیکن چونکہ موکل پوری رقم کی ادائیگی تو کرتا نہیں، لہٰذا سونے اور چاندی کی خریداری کی صورت میں سودا دو وجہ سے ناجائز ہوا:

(1) یہ دین (ادھار) کی عوض دین (ادھار) کی بیع ہے، بائع اور خریدار دونوں کی جانب سے ادھار ہے، کیونکہ نہ تو بائع نے خریدار کو خریدی ہوئی چیز پر قبضہ دیا اور نہ ہی خریدار نے قیمت کی ادئیگی کی اور یہ دین کی دین کے عوض بیع ہے۔ جو کہ بیع الکالی بالکالی ہے (یعنی ادھار کے عوض ادھار کی بیع) حالانکہ ابن عمرؓ سے مشہور روایت نقل ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بیع الکالی بالکالی سے منع فرمایا ہے۔

کما قال ابن عمرؓ ان النبی ﷺ نھیٰ عن بیع الکالی بالکالی

"کہ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ادھار کی ادھار کے عوض بیع سے منع فرمایا ہے۔"

کما قال فی الدر المختار:

" قوله: باع فلوسا بمثلها او بدراهم او بدنانير فان نقد احدهما جاز وان تفرقا بلا قبض احدهما لم يجز"---------لانه يكون افتراقا عن دين بدين وهو غير صحيح۔[1]

[1] الدر المختار مع رد المحتار: 4 /192

ترجمہ:

" فلوس یعنی تانبے پیتل کے سکے فلوس کے عوض میں یا چاندی یا سونے کے سکوں کے عوض میں فروخت کئے تو اگر ان میں سے کسی ایک مال کی بھی ادائیگی آپس میں جدا ہونے سے پہلے کر دی تو فروخت جائز ہے اور اگر کسی ایک مال پر قبضہ سے پہلے بائع و مشتری ایک دوسرے سے جدا ہو گئے تو سودا جائز نہ رہے گا۔"

(2) خرید پر جتنے دن گزریں گے خریدار یعنی موکل کو یومیہ کے حساب سے سود ادا کرنا پڑے گا اور اس کے برعکس اگر ہم یہ فرض کر لیں کہ کمپنی خود لاٹ خرید لیتی ہو یا اس کے پاس پہلے سے موجود ہو تو پھر اس میں 2 صورتیں ہیں:

☆ کمپنی اپنے لیے خریدتی ہو اور پھر موکل کے ہاتھ فروخت کرتی ہو تو اس میں مذکورہ بالا دونوں خرابیاں بعینہٖ تو ہیں ہی، تیسری خرابی یہ ہے کہ کمیشن بلاوجہ وصول کر رہی ہے۔

☆ کمپنی موکل کے لیے خریدتی ہو اور اپنے سے مکمل ادائیگی کر کے مبیع پر قبضہ کر لیتی ہو، اس صورت میں اگرچہ دین کی دین کے عوض بیع تو نہیں بنتی، لیکن سود سے بچاؤ تو اس میں بھی نہیں ہے۔

دوسری قسم:

فیوچر ٹریڈنگ Future Trading (غائب سودا) :

یہ اگرچہ بیع سلم کی صورت ہے لیکن اس میں بیع سلم کی بعض شرائط مفقود ہیں:

پہلی یہ کہ سودا طے پانے کی مجلس میں راس المال (رقم) کی ادئیگی نہیں ہوتی۔ علاوہ ازیں بیع سلم میں یہ ضروری ہے کہ جب تک مسلم فیہ (خریدی ہوئی چیز) پر قبضہ نہ ہو جائے۔ اس میں کسی قسم کا تصرف نہ

کیا جائے، لیکن زیر بحث کاروبار میں اصل یہی ہے کہ مسلم فیہ پر قبضہ کیے بغیر مہیا کیے جانے کی تاریخ سے پیشتر ہی اس کو آگے فروخت کر دیا جاتا ہے۔

(ولا يجوز التصرف) للمسلم إليه (في رأس المال و) لا لرب السلم في (المسلم فيه قبل قبضه بنحو بيع وشركة) ومرابحة (وتولية)[1]

ترجمہ:

"اور نہ مسلم الیہ کیلئے رأس المال (ثمن) میں قبضہ سے پہلے تصرف کرنا جائز ہے اور نہ ہی رب السلم کیلئے مسلم فیہ (مبیع) میں قبضہ سے پہلے تصرف کرنا جائز ہے، بیع اور شرکتہ۔۔۔۔"

چنانچہ یہ خرابیاں اس صورت میں ہیں کہ جب خرید کردہ چیز اجناس واشیا ہوں تاہم اگر خرید کردہ چیز سونا یا چاندی ہو تو اس میں بیع سلم جائز ہی نہیں کیونکہ سلم، ثمن (کرنسی) میں نہیں ہوتی۔

نوٹ:

یہ ساری تفصیل تو اس صورت میں ہے جب مذکورہ کمپنیاں واقعی کچھ کاروبار کی صورت اختیار کرتی ہوں، ورنہ تو ہمارا غالب گمان یہ ہے کہ سب کچھ فرضی کارروائیاں ہوتی ہیں۔

دوسرا طریقہ:

کہ ایک اور مروجہ صورت کاروبار کی جو آج کل رائج ہے، یہ ہے کہ مثلاً ایک مہینے کے ادھار پر ایک مخصوص مقدار 10 تولے سونے کا سودا کر لیا جاتا ہے، خریدار سونے پر قبضہ نہیں کرتا۔ جب ادائیگی کی تاریخ آتی ہے تو سونے کے اس دن کے نرخ کو دیکھ لیا جاتا ہے، خرید کے دن اور ادائیگی کے سونے کے نرخوں میں جو فرق ہوتا ہے اس کی ادائیگی کر دی جاتی ہے، مثلاً: خرید کے دن سونے کا نرخ 5 ہزار روپے فی تولہ تھا۔ ادائیگی کے دن 5 ہزار ایک سو روپے تولہ ہو گیا تو خریدار بائع کو ایک ہزار روپے دے گا۔ نہ تو

[1] الدر المختار وحاشیہ ابن عابدین : باب السلم ۵ ص ۲۱۸

مشتری سونے پر قبضہ کرتا ہے اور نہ بائع قیمت پر قبضہ کرتا ہے۔ بس نرخ میں کمی بیشی سے جو فرق آتا ہے اس کا لین دین کر لیتے ہیں، کاروبار کی یہ شکل ناجائز اور حرام ہے۔

فصل چہارم:

بینکوں کے ذریعے سونے چاندی اور قیمتی دھاتوں کا لین دین

چیک (Check) کے ذریعے:

موجودہ کرنسی چونکہ نہ سونے چاندی کی بنی ہے اور نہ اس کی پشت پر سوناچاندی موجود ہیں اور چیک نوٹ کے مقابلے ہی کے جاری ہوتے ہیں، اس لیے چیک سے سونے چاندی کی خرید و فروخت جائز ہے، کیونکہ یہ بیع صرف نہیں لہذا اس میں تقابض شرط نہیں۔[1]

کریڈٹ کارڈ (Credit Card) کے ذریعے:

کریڈٹ کارڈ کے ذریعے سوناچاندی خریدنا جائز ہے، کیونکہ کارڈ والے کی طرف سے دستخط شدہ پرچی قبضے کے قائم مقام ہوتی ہے، جیسا کہ چیک، لیکن تاخیر یا عدم تاجیل کی شرط لگانا جائز نہیں۔[2]

(اس کی مکمل تفصیل ماقبل میں گزر چکی۔)

بینک کا سونا خریدنا اور آگے کسی کو بیچنا:

---

[1] (مجلۃ مجمع الفقہ الاسلامی: ع3ج3ص1696)

[2] (موسوعۃ فتاوی المعاملات المالیۃ: ج7ص504)

بینک کسی سے سوناخرید لیتا ہے، سونے کی قیمت بائع (سیلر) کے اکاؤنٹ میں جمع کر دیتا ہے، اس کے بعد بینک اس سونے کو کسی اور کو فروخت کرتا ہے تواس طرح کرنا بینک کے لیے جائز ہے کیونکہ سونا بینک کی ملکیت میں آگیا اور بدلین پر قبضہ ہو گیا، لہذا اب آگے کسی اور کو فروخت کرنا بینک کے لیے جائز ہو گا۔[1]

بینک کا کسی کے پاس فروخت کرنے کی خاطر سونا رکھوانا:

بینک اگر سنار کے پاس فروخت کرنے کی خاطر سونار کھوائے اور اس سے اطمینان کے لیے کچھ رقم لے، تو یہ بینک کے لیے جائز ہے کیونکہ بینک نے سنار کو وکیل بالشراء بنایا، اس لیے وہ بینک سے اس پر وکالہ فیس بھی لیتا ہے اور یہ اس کے لیے جائز ہے۔

باقی رہاسنار سے اطمینان کی خاطر کچھ رقم وغیرہ لینا تو یہ بھی جائز ہے، البتہ اگر بغیر کسی تعدی کے سنار سے سونا ضائع ہو گیا تو سنار ضامن نہیں ہو گا۔ فروخت کرنے کی صورت میں سنار رکھوائی گئی رقم کا مقاصہ (بینک کے ساتھ رقم برابر کرنا) بھی کر سکتا ہے۔[2]

فصل پنجم:

سفید سونے (بلاتین) کا حکم:

معدن بلاتین جس کو سفید سونا بھی کہتے ہیں، اس کی مؤجلاً (ادھار) خرید و فروخت جائز ہے کیونکہ یہ سونے کے حکم میں نہیں بلکہ دوسرے معادن) کے حکم میں ہے، بینک اگر اس کی خرید و فروخت کرنا چاہے تو سلم کے طریقے سے خرید و فروخت کرے گا۔[3]

باب ہشتم:

---

[1] (موسوعۃ فتاوی المعاملات المالیۃ: ج7ص509)

[2] (موسوعۃ فتاوی المعاملات المالیۃ: ج7ص 508)

[3] (موسوعۃ فتاوی المعاملات المالیۃ: ج7ص511)

زیورات اوران کا تعارف

فصل اول:

زیورات

لفظ زیورات جمع ہے زیور کی جسے گہنا، ٹومب اور پاتے بھی کہا جاتا ہے جس کا مطلب سونے چاندی یا کوئی اور دھات سے بنی ہوئی ہر وہ چیز جسے عورت یا مرد اپنے جسم کی آرائش وخوبصورتی کے لئے استعمال کرے۔

زیورات کا استعمال

زیورات اور گہنے انسانی زینت کی خاطر زیب تن کیے جاتے ہیں، خاص طور پر خواتین اپنے سنگھار میں ان کا بھرپور استعمال کرتی ہیں، کیونکہ زیب وزینت، حسن وجمال زندگی کا اہم پہلو ہے۔یوں زیب وزینت، حسن وجمال کا خُوگر ہر کوئی ہے (خواہ مرد ہو یا عورت) لیکن عورتیں اپنی خاص طبیعت کی وجہ سے اس میں کچھ زیادہ ہی دلچسپی لیتی ہیں اور ایسا سمجھا جاتا ہے گویا کہ زیب وزینت ان کی فطرت میں داخل ہے۔شریعت مطہرہ نے بھی ان کی خواہشات کا لحاظ کرتے ہوئے عورتوں کے لئے احکام کو قدرے نرم رکھا اور انہیں کئی ایسی چیزیں استعمال کرنے کی اجازت دی جنہیں مردوں کے لئے حرام قرار دیا۔البتہ انہیں اس بات کا پابند کیا کہ وہ سوائے محارم کے کسی کے سامنے زیب وزینت کا اظہار نہ کریں تاکہ اس سے فتنے کا اندیشہ باقی نہ رہے۔

چنانچہ زیب وزینت میں صفائی و پاکدامنی کے ساتھ ساتھ بناوٹ وسنگھار کے لئے زیورات کے استعمال میں بھی عورتیں امتیاز رکھتی ہیں۔ اور عورتوں کو زیورات کی پہننے کی عمومی اجازت دی گئی ہے۔ جبکہ مردوں کو مخصوص مقدار (ساڑھے تین ماشہ) تک کی چاندی اجازت دی گئی۔لہذا ذیل میں اولاً اس بات پر تبصرہ کیا جاتا ہے کہ خواتین زیورات کے پہننے میں کونسی شئے استعمال کر سکتی ہے۔

سونے کا زیور:

سونے کے زیورات بلاشک وشبہ عورتوں کے لئے مباح ہیں اور اس اباحت پر علاوہ احادیث کے قرآن کریم کی بھی چند آیات دلالت کرتی ہیں:

*قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وجَلَّ : {أَوَمَن يُنَشَّأُ فِي الْحِلْيَةِ وَهُوَ فِي الْخِصَامِ غَيْرُ مُبِينٍ[1]

ترجمہ:

اور کیا (اللہ نے ایسی اولاد پسند کیا ہے) جو زیوروں میں پالی پوسی جاتی ہے اور جو بحث مباحثے میں اپنی بات کھل کر بھی نہیں کہہ سکتی؟(آسان ترجمہ قرآن)

حديث :

سَمِعْتُ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ يَقُولُ: أَخَذَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَرِيرًا بِشِمَالِهِ، وَذَهَبًا بِيَمِينِهِ، ثُمَّ رَفَعَ بِهِمَا يَدَيْهِ، فَقَالَ: "إِنَّ هَذَيْنِ حَرَامٌ عَلَى ذُكُورِ أُمَّتِي، حِلٌّ لِإِنَاثِهِمْ "[2]

---

[1] الزخرف: 18

[2] ابن ماجه: رقم الحديث:3595

ترجمہ:

" کہ حضرت علیؓ فرماتے ہے کہ رسول للہ ﷺ نے فرمایا: یہ دو چیزیں (ریشم اور سونا) میری امت کے مردوں پر حرام عورتوں کے لئے حلال ہیں"

عَنْ أَبِي مُوسَى، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «أُحِلَّ الذَّهَبُ وَالْحَرِيرُ لِإِنَاثِ أُمَّتِي، وَحُرِّمَ عَلَى ذُكُورِهَا»[1]

ترجمہ:

حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ میری امت کی عورتوں کے لیے سونا اور ریشم حلال کیا گیا اور میری امت کے مردوں پر حرام کیا گیا۔

الغرض عورتوں کے لئے زیب وزینت کی طرح سونے کا زیور بھی شرعاً مباح ہے لیکن اس میں اسراف سے کام لینا جائز نہیں۔

قولہ:" کل حلی ابیح للنساء فذٰلک اذا لم یکن فیہ سرف ظاہر ، فان کان کخلخال وزنہ مأتا دینار ، ففیہ وجہان : وجہ التحریم أنۃ لیس بزینۃ ، وانما ھو قید ، وانما تباح الزینۃ ؛ ووجہ الجواز انۃ من جنس المباح ، فاشبہ اتخاذ عدد من الخلاخیل"[2]

ترجمہ:

ہر طرح کے زیور عورتوں کیلئے مباح ہیں جبکہ ان میں ظاہری طور پر اسراف نہ ہو۔پس اگر وہ پازیب کی طرح ہوں اور اس کا وزن دو سو (۲۰۰) دینار ہو تو اس میں دو وجہ ہیں۔

(۱) پہلی وجہ: تحریم کی وجہ کہ یہ بطور زینت نہیں ہوتا اور اس میں جو قید ذکر ہوئی ہے یہ زینت کو مباح کر دیتی ہے (۲) دوسری وجہ جواز کی ہے کہ یہ مباح کی جنس سے ہے گویا یہ کئی پازیبوں جیسا ہے۔

خواتین زیورات میں کونسی چیزیں استعمال کر سکتی ہیں

---

1 سنن النسائی: تحریم الذهب علی الرجال، ص ۱۶۱ ج ۸ شاملہ رقم الحدیث ۵۱۴۸

2 اعلاء السنن کتاب الحظر والاباحۃ، باب حرمۃ الذھب علی الرجال ص ۲۹۳ ج ۱۸ ادارۃ القرآن

زیورات کے ڈیزائن میں عورتوں کے لئے اس حد تک اختیار ہے کہ وہ جیسا چاہے اپنی پسند کے ڈیزائن کے زیورات اپنے لئے بنائے۔ چنانچہ کچھ زیورات ایسے ہیں جو عام طور پر سب ہی خواتین استعمال کرتی ہیں، ان میں بندے، جھمکے، بالیاں، چوڑیاں، گلے کی چین، انگوٹھی اور بریسلٹ شامل ہیں۔ آج کل نازک چین سے بنی پازیب بھی خواتین خصوصاً لڑکیوں میں مقبول ہے۔ یہ سنگار کا قدیم طریقہ ہے۔

عورتوں کا پازیب پہننا:

سونے چاندی کا ہر قسم کا زیور زینت کے لیے پہننا عورت کو جائز ہے، البتہ وہ زیور جس کو پہن کر چلنے سے آواز نکلتی ہو اور فتنے کا اندیشہ ہو تو اس کا استعمال جائز نہیں، اگر پازیب کی بناوٹ ایسی ہے کہ اسے پہن کر باہر نکلنے اور چلنے سے جھنکار کی آواز موجود ہوتی ہے تو اس کا استعمال درست نہیں۔ البتہ ایسے پازیب جو سونے چاندی سے بنے ہوں اور ایسی کوئی شئ ان میں نہ جڑی ہو جس سے جھنکار کی آواز پیدا ہوتی ہو اور نہ ہی چلتے وقت ان پر غیر مردوں کی نگاہ پڑنے کا اندیشہ ہو تو ایسے پازیب کا پہننا درست ہے۔

قرآن کریم میں ہے:

.و لایضربن بارجلهن لیعلم مایخفین من زینتهن[1]

ترجمہ:

اور نہ ماریں زمین پر اپنے پاؤں کو کہ جانا جائے جو چھپاتی ہیں اپنا سنگھار۔ (تفسیر عثمانی)

---

[1] [سورہ نور:31]

وعن عائشة، قالت: بينما هي عندها إذ دُخِلَ عليها بجاريةٍ وعليها جلاجل يُصوِّتنَ، فقالت: لا تُدْخِلْنها عليّ إلا أن تقطعوا جلاجلَها، وقالت: سمعتُ رسولَ الله صلَّى الله عليه وسلم يقول: "لا تدخلُ الملائكةُ بيتاً فيه جَرَسٌ"[1]

ترجمہ:

بنانہ سے روایت ہے کہ وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک لڑکی لائی گئی جو بجنے والے گھنگھرو پہنے ہوئے تھی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنھا نے فرمایا کہ اس کو میرے پاس نہ لاؤ الا یہ کہ اس کے گھنگھرو کاٹ دیئے جائیں میں نے رسول اللہ کو فرماتے سنا ہے کہ رحمت کے فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں جرس وگھنٹی (یعنی بجنے والا زیور ہو)

اس حدیث کو ذکر کر کے حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی ؒ لکھتے ہیں: حدیث صراحۃً اس پر دال ہے کہ جن زیوروں میں خود باجہ ہے اس کا پہننا بڑی عورت اور لڑکیوں کو سب کو ناجائز ہے۔ اور آیت بعد تامل اس پر دال ہے کہ جن زیوروں میں خود باجہ نہ ہو مگر دوسرے زیور سے لگ کر بجتے ہوں ان کا پہننا درست ہے مگر ان کو پہن کر ایسی طرح چلنا کہ لگ کر آواز دیں یہ درست نہیں۔[2]

اسی طرح ایک روایت ہے کہ

قال عليُّ بنُ سهلٍ: ابنُ الزبير - أخبرَه، أن مولاةً لهم ذهبت بابنةِ الزُّبير إلى عمرَ بنِ الخطاب وفي رجلها أجراسٌ، فقطعها عُمَرُ، ثم قال: سمعتُ رسولَ الله صلَّى الله عليه وسلم يقول: إن مَعَ كُل جَرَسٍ شيطاناً"[3]

ترجمہ:

---

[1] ابو داؤد، رقم الحديث: 4230، 4231

[2] [امداد الفتاویٰ ،4/137، ط: دار العلوم کراچی]

[3] سنن ابی داؤد: باب ماجاء فی الجلاجل، ج۴ص۹۱رقم الحدیث: ۴۲۳۰ شاملہ

کہ حضرت عمرؓ کی خدمت میں ایک بچی لائی گئی جس کے پاؤں میں گھنگرو تھے، آپؓ نے انہیں کاٹ ڈالا اور فرمایا کہ: میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ہر بجنے والی چیز کے ساتھ شیطان ہوتا ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

مفتی کفایت اللہؒ لکھتے ہیں: حاصل یہ کہ کان میں ہاتھوں میں پاؤں میں گلے میں زیور پہننا شرعاً جائز ہے اور عورتوں کو چونکہ قدرتی اور فطری طور پر زینت کی ضرورت ہے اس لئے شریعت نے ان کے لئے چاندی سونے کے زیور کی بھی اجازت دی ہے.............زینت سے زینت دینے والی پوشیدہ چیزیں مراد ہیں، جیسے پاؤں میں خلخال (پازیب) اور مہندی کا رنگ اور ہاتھ میں کنگن اور کان میں بالیاں اور گلے میں .ہار کہ عورت کو ان چیزوں کا نامحرم پر ظاہر کرنا جائز نہیں.[1]

جواہرات کے زیور کا استعمال:

ہیرے جواہرات الؤلو، فیروز، زمرد عقیق، یاقوت اور مرجان وغیرہ کے زیورات پہننا بھی جائز ہے۔

وعن الحسن: لابأس بأن يتخذ الرجل خاتم فضة أو من جزع أو عقيقي أو فيروزج أو ياقوت أو زمرد[2]

ترجمه:

اور امام حسن سے روایت ہے کہ اس بات میں کوئی حرج نہیں کہ اگر کوئی آدمی اپنے لئے چاندی کی، لؤلؤ، عقیق، فیروز یا یاقوت اور زمرد کی انگوٹھی بنائے۔

ہڈی کا زیور:

---

1 [182ص:/9ج:

2 الملتقط فی الفتاویٰ الحنفیہ : مطلب فی التختم بانواع المعادن ۲۷۲حقانیہ

جانوروں کی ہڈیوں سینگوں اور دانتوں سے تیار کردہ زیورات کا استعمال بھی درست اور جائز ہے کیونکہ سوائے خنزیر کے باقی جانوروں (حلال ہوں یا حرام) کی ہڈیاں، سینگ اور دانت نجس نہیں۔

" ألا كل شيء من الميت حلال إلا ما أكل منها ،فأما الجلد و القرن و الشعر و الصوف و السن و العظم فكل هذا حلال ؛ لأنه لا يذكى[1]

ترجمه:

خبر دار! میتہ میں سے ہر ایک چیز حلال ہے مگر یہ کہ اس کو کھایا نہیں جاسکتا۔ پس چمڑا، سینگھ، بال ،اون، دانت اور ہڈی جو ہے تو یہ سب کے سب حلال ہے اس لئے کہ یہ ناپاک نہیں ہے۔

خود نبی کریم ﷺ نے حضرت فاطمہؓ کے لئے حضرت ثوبانؓ سے فرمایا:

''یاثوبان! اشتر لفاطمة قلادة من عصب وسوارین منعاج''[2]

(اے ثوبان! فاطمہ کے لئے ایک ہار اور ہاتھی دانت کے دو کڑے خرید لینا۔)

جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مردار کے گوشت کے علاوہ اس کی کھال، سینگ، بال، اون، دانت اور ہڈی حلال یعنی قابل انتفاع ہیں۔

پھولوں کے ہار اور گجرے پہننا:

پھولوں کی مالا گردن میں ڈالنا، پھولوں کا کڑا بنا کر ہاتھوں میں پہنا اور اسی قسم کی دیگر اشیاء کا استعمال بلا کراہت درست ہے۔

---

[1] دار قطنی کتاب الطهارة باب الدباغ ص ۴۲ ج ۱ دار الکتب العلمیه بیروت

[2] ابو داؤد :باب ماجاء فی الانتفاع بالعاج ۲/۲۲۸

البتہ عورتوں کے لئے مہکتی ہوئی خوشبو کے ساتھ نامحرموں کے قریب سے گزرنا جائز نہیں۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ "عورت جب خوشبو لگا کر مجلس سے گزرتی ہے تو وہ ایسی ہے ویسی ہے یعنی زانیہ ہے۔

قوله: وجميع أنواع الزينة بالحلي والطيب ونحو ذلك جائز لهن مالم يغيرن شيأ من خلقهن [1]

ترجمه:

زینت کی تمام انواع جو زیور سے ہو یا خوشبو سے یا اس کے علاوہ دیگر اشیاء سے ہوں عورتوں کیلئے جائز ہیں تب تک کہ وہ ان میں خلاف خلقت تغییر نہ کرے۔

پلاسٹک کا زیور :

فقہی کتابوں میں پلاسٹک کے زیور سے نہ تو صراحتاً ممانعت آئی ہے اور نہ اشارةً وکنایةً۔

لیکن اشیاء میں چونکہ اصل اباحت ہے لہذا قاعدہ کے پیش نظر اسے جائز سمجھا جائے گا۔

"الأصل في اللباس والزينة الحل والإباحة، سواء في الثوب والبدن والمكان [2]"

ترجمہ:

لباس اور زینت میں اصل چیز حلت اور اباحت ہے خواہ وہ کپڑوں میں ہو یا بدن ہو یا مکان میں ہو۔

لوہے، تانبے، سٹیل اور دوسری قسم دھاتوں کے بنے ہوئے زیورات

[1] عمدة القاری : ۹۲/۲۲ بیروت
[2] الفقہ السلامی وادلة :۴/۲۶۳ رشیدیہ

خواتین کے لئے سونے اور چاندی کے علاوہ دیگر دھاتوں مثلا لوہا، تانبہ پیتل اور سیپیوں وغیرہ کے زیوراتماسواء انگوٹھی کے پہنادرست ہے۔اسی طرح آج کل کا platinum, Rhodium,اور Palladiumکا بنایاہوازیور استعمال کرنادرست ہیں۔بس اتناخیال رکھیں کہ غیروں کی مشابہت سے بچیں۔

مردوعورت کے لئے انگوٹھی پہننے کا حکم:

خواتین کے لئے سونے اور چاندی کی انگھوٹی پہننادرست ہے اور اس کے لئے وزن کی قید بھی نہیں ہے۔جبکہ مردوں کے لئے توبہتر یہی ہے کہ وہ چاندی کی انگوٹھی کے استعمال کرنے سے بھی احتراز کرے۔

(وترك التختم لغير السلطان والقاضي) وذي حاجة إليه كمتول (أفضل)وفی رد المحتار :وظاهره أنه يكره لغير ذي الحاجة لكن قول المصنف أفضل كالهداية وغيرها يفيد الجواز،۔۔۔۔ولاينافي أن تركه أولى لغير ذي حاجةفافهم [1]

ترجمہ:

اور بادشاہ اور قاضی کے علاوہ انگوٹھی کا نہ پہنناہی افضل ہے علامہ شامیؒ فرماتے ہیں کہ مصنف کا قول صاحب ہدایہ کی طرح افضل پر محمول ہے اور اس کے علاوہ جواز کافائدہ دے رہاہے۔

مذکورہ عبارت سے صرف اس کی جواز کی حد تک معلوم ہوتاہے سنت یامستحب نہیں ہے۔

[1] الدر المحتار وحاشيه ابن عابدين : ٣٦١ ج ٦ شامله

البتہ مرد کے لئے بطور زینت خواہ انگوٹھی کی شکل میں ہو یا کسی اور شکل میں ہو صرف اور صرف چاندی کی مخصوص مقدار (ساڑھے تین ماشہ تین رتی کم) تک کی انگھوٹی پہننا درست ہے۔ اور وہ بھی اس صورت میں کہ جب وہ مردانہ وضع (Design) میں بنی ہوئی ہو۔ زنانہ وضع میں بنی ہوئی انگوٹھی کا پہنا مردوں کے لئے ناجائز اور مکروہ ہے۔

سونے چاندی کے علاوہ کسی اور دھات کی بنی انگوٹھی پہننا

سونے چاندی کے علاوہ کسی بھی قسم کی دوسری دھاتوں کی بنی ہوئی انگوٹھی پہننا مرد وعورت دونوں کے لئے جائز نہیں۔ ہاں! اگر وہ لوہے سے بنی ہوئی ایسی انگوٹھی ہو جس پر چاندی کا ملمع اس طور پر کیا گیا ہو کہ لوہا بالکل نظر نہ آتا ہو تو ایسی انگوٹھی کا استعمال بھی جائز ہے۔

چنانچہ سونے چاندی کے علاوہ دیگر دھاتوں کی بنی ہوئی انگوٹھی کی نہ پہننے کی خاص وجہ نص کا وارد ہونا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تاکید کے ساتھ اس کی ممانعت کی ہے، اور اس بارے میں سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں۔

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى خَاتَمًا مِنْ ذَهَبٍ فِي يَدِ رَجُلٍ ، فَنَزَعَهُ فَطَرَحَهُ ، وَقَالَ: «يَعْمِدُ أَحَدُكُمْ إِلَى جَمْرَةٍ مِنْ نَارٍ فَيَجْعَلُهَا فِي يَدِهِ» ، فَقِيلَ لِلرَّجُلِ بَعْدَ مَا ذَهَبَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : خُذْ خَاتِمَكَ انْتَفِعْ بِهِ ، قَالَ: لَا وَاللهِ ، لَا آخُذُهُ أَبَدًا وَقَدْ طَرَحَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ [1]

ترجمہ:

[1] صحیح مسلم: باب طرح خاتم الذھب، ج۳ ص۱۶۵۵ رقم الحدیث: ۲۰۹۰ شاملہ

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہنے ایک شخص کے ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی دیکھی تو اس کو کھینچ کر اتار کر پھینک دیا اور فرمایا کہ تم میں سے ایک آگ کے انگارے کا قصد کرتا ہے اور اس کو اپنے ہاتھ میں ڈال لیتا ہے رسول اللہ کے تشریف لے جانے کے بعد اس شخص سے کہا گیا کہ اپنی انگوٹھی اٹھالو اور اس سے کسی اور کام میں لاکر مثلاً عورت کو پہنا کر) نفع اٹھاؤ تو اس شخص نے کہا نہیں اللہ کی قسم میں اس کو بھی نہیں اٹھاؤں گا جبکہ رسول اللہ نے اس کو پھینکا ہے۔

اسی طرح ایک اور حدیث میں تانبے کی انگوٹھی پہننے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شدید نکیر کرتے ہوئے فرمایا: کیا ہوا کہ تم میں سے بتوں کی بو آرہی ہے! اور خالص لوہے کی انگوٹھی دیکھ کر ارشاد فرمایا: مجھے کیا ہوا کہ تم پر جہنمیوں کا زیور دیکھ رہا ہوں! اس طرح کی روایات عام ہیں، ان میں مرد و عورت کا فرق نہیں ہے؛ لہٰذا عورتوں کے لیے بھی اس قسم کی انگوٹھی پہننا ناجائز ٹھہرے گا۔

رسول اللہ ﷺ کا انگوٹھی بنانا:

رسول اللہ ﷺ نے انگوٹھی کا استعمال اس وقت کیا جب رسول اللہ ﷺ نے کسریٰ اور قیصر اور نجاشی کے پاس تبلیغی خطوط لکھنے کا قصد فرمایا تو لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ! یہ لوگ بدون مُہر کے خطوط قبول نہیں کرتے ہیں اس لئے آپ ﷺ نے ایک مُہر بنوائی جس کا حلقہ چاندی کا تھا اس میں محمد رسول اللہ منقش تھا۔

عَنْ أَنَسٍ ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرَادَ أَنْ يَكْتُبَ إِلَى كِسْرَى، وَقَيْصَرَ ، وَالنَّجَاشِيِّ ، فَقِيلَ : إِنَّهُمْ لَا يَقْبَلُونَ كِتَابًا إِلَّا بِخَاتَمٍ ، «فَصَاغَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاتَمًا حَلْقَتُهُ فِضَّةً، وَنَقَشَ فِيهِ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللهِ»[1]

ترجمہ:

[1] صحیح مسلم: باب فی اتخاذ النبی ﷺ: ۳ص۱۶۵۷ رقم الحدیث ۲۰۹۲ شاملہ

حضرت انسؓ سے روویت ہے کہ نبی ﷺ نے ارادہ کیا کہ کسریٰ ، قیصر اور نجاشی بادشاہ کی طرف خط بھیجیں تو ان کو کہا گیا کہ وہ لوگ خط کو قبول نہیں کرتے جب تک کہ مہر نہ ہو پس رسول اللہ ﷺ کیلئے بنائی گئی ایک انگوٹھی جس کا حلقہ چاندی کا تھا اور اس پر مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللّٰہِ کو منقش کیا گیا۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ خود رسول اللہ ﷺ کو بھی انگوٹھی پہننا محبوب نہیں تھا بلکہ مُہر کی خاطر چاندی کی ایک انگوٹھی بنوائی زینت کے لئے نہیں۔ پہلے سونے کی انگوٹھی بنوائی لیکن پھر ایک دن آپ ﷺ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور اسے اتار دیا اور فرمایا: میں اس انگوٹھی کو پہنتا تھا اور اس کا نگینہ اندرونی طرف رکھتا تھا، پھر آپ نے اسے پھینک دیا، اور فرمایا: اللہ کی قسم! میں اس کو کبھی نہیں پہنوں گا۔ پس لوگوں نے بھی اپنی انگوٹھیاں پھینک دیں اور آپ ﷺ نے پھر چاندی کی انگوٹھی بنوائی اور اس پر محمد رسول اللہ کے الفاظ منقش کئے گئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننا

عَنْ أَنَسٍ ، «أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَتَخَتَّمُ فِي يَمِينِهِ»[1].

ترجمہ:

”حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنا کرتے تھے۔“

عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اتَّخَذَ خَاتَمًا مِنْ فِضَّةٍ وَجَعَلَ فَصَّهُ مِمَّا يَلِي كَفَّهُ، وَنَقَشَ فِيهِ: مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ، وَنَهَى أَنْ يَنْقُشَ أَحَدٌ عَلَيْهِ، وَهُوَ الَّذِي سَقَطَ مِنْ مُعَيْقِيبٍ فِي بِئْرِ أَرِيسَ ".[2]

ترجمہ:

[1]سنن النسئی: موضع الخاتم : ٨ ص ١٩٣ رقم الحدیث: ٥٢٨٣

[2] شرح سسن للبغوی : باب اباحة خاتم الفضة: ١٢ص٦١رقم الحدیث: ٣١٣٣

"حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چاندی کی ایک انگوٹھی بنوائی تھی۔ اس کا نگینہ ہتھیلی (یعنی نیچے) کی طرف کر دیا کرتے تھے اور اس انگوٹھی مبارک میں آپ نے "محمد رسول اللہ" کندہ کروایا تھا اور آپ نے منع فرمایا تھا کہ کوئی اور آدمی یہ الفاظ اپنی انگوٹھی میں کندہ کروائے اور یہ وہی انگوٹھی مبارک تھی جو حضرت معیقیب رضی اللہ عنہ سے اس کنویں میں گر گئی تھی جس کا نام "بئر اریس" تھا۔"

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: كَانَ الحَسَنُ، وَالحُسَيْنُ يَتَخَتَّمَانِ فِي يَسَارِهِمَا. هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ[1]

ترجمہ:

"حضرت جعفر ابن محمدؒ اپنے باپ سے روایت کرتے ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما انگوٹھی اپنے بائیں ہاتھ میں پہنتے تھے۔"

عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ «أَنَّهُ رَأَى فِي يَدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاتَمًا مِنْ وَرِقٍ يَوْمًا وَاحِدًا، ثُمَّ إِنَّ النَّاسَ اصْطَنَعُوا الخَوَاتِيمَ مِنْ وَرِقٍ وَلَبِسُوهَا، فَطَرَحَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاتَمَهُ، فَطَرَحَ النَّاسُ خَوَاتِيمَهُمْ»[2]

ترجمہ:

"حضرت انس ابن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے سونے کی انگوٹھی بنوائی جسے آپ دائیں ہاتھ میں پہنتے تھے۔ آپ کے اتباع میں صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی سونے کی انگوٹھیاں بنوالیں۔ پس آپ نے وہ انگوٹھی پھینک دی اور فرمایا: اب میں یہ کبھی نہ پہنوں گا، تو تمام صحابہ رضی اللہ عنہم نے اپنی انگوٹھیاں پھینک دیں۔"

---

[1] سنن الترمذی شاکر : باب ما جاء فی لبس الخاتم بالیمین : ۲۲۸ ج ۴

[2] صحیح البخاری : ص ۱۵۶ ج۷ رقم الحدیث : ۵۸۶۸

جیسا کہ ماقبل میں گزر چکا کہ حضور ﷺ نے سونے کی انگوٹھی استعمال کی ہے تو جس وقت سونے کی حرمت نازل ہوئی۔ اس وقت حضور ﷺ کی انگوٹھی دائیں ہاتھ میں تھی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ نے انگوٹھی دائیں ہاتھ میں پہنا یا کرتے تھے۔

:2 حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دونوں ہاتھوں میں انگوٹھی پہننا ثابت ہے مگر حضرت امام ترمذی علیہ الرحمۃ کا رجحان دائیں ہاتھ میں پہننے کی طرف ہے۔ اس لیے تمام ایسی روایات ذکر کی ہیں جن میں انگوٹھی کے دائیں ہاتھ میں پہننے کا ذکر ہے (سوائے حضرت حسن وحسین رضی اللہ عنہما والی موقوف روایت کے کیونکہ اس میں بائیں ہاتھ میں پہننے کا تذکرہ ہے) مگر صحیحین یعنی صحیح البخاری اور صحیح مسلم کی درجہ اول کی روایات میں حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننے کا ذکر موجود ہے۔ حافظ ابن حجر علیہ الرحمۃ جو کہ فنِ حدیث کے امام ہیں، فرماتے ہیں: مجھے احادیث کے دیکھنے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اگر زینت کے ارادہ سے پہنے تو دایاں ہاتھ اور اگر مہر کی نیت سے پہنے تو بایاں ہاتھ زیادہ موزوں ہے۔[1]

:3 امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اس بات پر اجماع نقل کیا ہے کہ انگوٹھی چھوٹی انگلی میں پہننا ہی سنت ہے۔
:4 انگوٹھی کا نگینہ اوپر کی جانب کرنا بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت سے ثابت ہے مگر اکثر روایات میں انگوٹھی کا نگینہ ہتھیلی کی طرف رکھنا ہی ثابت ہے۔ علامہ مناوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ نگینہ

[1] فتح الباری: ج 1 ص 402

کا ہتھیلی کی طرف رکھنا ہی افضل ہے کیونکہ اس میں نگینہ کی حفاظت بھی ہے اور عجب وتکبر سے بھی حفاظت ہے۔[1]

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھاہے کہ مردوں کی انگوٹھی میں نگینہ ہتھیلی کی طرف اور عورتوں کی انگوٹھی میں نگینہ اوپر کی جانب ہوناچاہیے کیونکہ عورتوں کا مقصد ہی زینت ہوتاہے۔[2]

خواتین اپنی انگوٹھی کونسی انگلی میں پہنیں:

انگوٹھی کے استعمال سے ہاتھوں کی جاذبیت میں اضافہ ہوتاہے اور یہ عورت کے لئے زیبوزینت کا اہم پہلو ہوتا ہے ،لہذا عورت کے لئے سونے چاندی کی انگوٹھی استعمال کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ۔اور عورتوں کے لئے اس بات کی کھلی اجازت ہے کہ وہ جس انگلی میں چاہیں جتنی چاہیں انگوٹھیاں پہن سکتی ہیں۔

وَكَانَ عَلَى عَائِشَةَ، خَوَاتِيمُ ذَهَبٍ [3]

ترجمہ:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنھا سونے کی انگوٹھیاں پہنتی تھیں۔

"قال النووي: يكره للرجال الخاتم في الوسطى، والتي تليها كراهة تنزيه، وأما المرأة فلها التختم في الأصابع كلها"[4]

---

[1] جمع الوسائل مع الہامش: ج1ص188

[2] ردالمحتار: ج9ص596

[3] بخارى: كتاب اللباس، باب الخاتم للنساء رقم الحديث ١٢٨٥

[4] مرقاة المفاتيح : باب الخاتم، ٨/١٨٦

ترجمہ:

امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ آدمیوں کیلئے درمیان والی انگلی میں انگوٹھی پہننا مکروہ ہے اور جو اس کے ساتھ ملی ہوئی ہے اس میں مکروہ تنزیہی ہے البتہ عورتوں کیلئے تمام انگلیوں میں پہننا جائز ہے۔

فصل دوم :

زیب وآرائش کے طور پر زیورات کا استعمال

سونے کا چشمہ وفریم استعمال کرنا:

چونکہ عینک اور فریم زیورات سے نہیں ہیں۔لہذا اس میں عورتوں کا حکم بھی مردوں جیسا ہوگا کہ سونے کا فریم استعمال کرنا جائز نہیں۔

’’قولہ: والنساء فیما سوی الحلی من الاکل والشرب والادھان من الذھب والفضۃ والقعود بمنزلۃ الرجال‘‘[1]

اور زیورات کے علاوہ میں عورتیں کھانے پینے کے برتن، تیل لگانے کے آلات اور بیٹھنے کی اشیاء میں مردوں کی طرح ہیں (یعنی زیورات کے علاوہ سونے چاندی کا استعمال ان پر بھی ممنوع ہے۔)

سونے اور چاندی کے قلم:

[1] ہندیہ : کتاب الکراھیہ،باب العاشر،۵/۳۳۵رشیدیہ

سونے اور چاندی کو اپنے عام استعمال میں لانا تکبر وغرور کی علامت ہے۔ شریعت نے اس سے منع فرمایا ہے۔ لہذا ایسے قلم جو مکمل سونے چاندی کے ہوں یا ان کیب ان دھاتوں کی ہو ان کا استعمال ناجائز ہے۔

”ویکرہ أن یکتب بالقلم المتخذ من الذھب أو الفضۃ أو من دواۃ کذلك، ویستوي فیہ الذکر والأنثیٰ“[1]

ترجمہ:

اور سونے چاندی سے بنے ہوئے قلم اور دوات کا استعمال مکروہ ہے اور اس حکم میں مرد اور عورت برابر ہیں۔

سونے کی گھڑی:

گھڑی اگرچہ ضرورت کے علاوہ زینت کا کام بھی دیتی ہے لیکن زیورات کے قبیل سے نہیں ہے، لہذا اس کے استعمال میں مرد وعورت دونوں کا حکم یکساں ہو گا یعنی جس طرح مردوں کے لئے اس کا استعمال جائز نہیں اسی طرح عورتوں کے لئے بھی ممنوع اور جائز نہیں ہے۔

والأصل أن استعمال الذھب فیما یرجع إلی التزین مکروہ في حق الرجل دون المرأۃ لما قلنا، واستعمالہ فیما یرجع إلی منفعۃ البدن مکروہ في حق الرجل والمرأۃ جمیعا“ [2]

ترجمہ:

اور اصل یہ ہے کہ جن اشیاء میں سونے کا استعمال بطور زینت ہو ان کا استعمال آدمیوں کے حق میں تو مکروہ ہے لیکن وہ عورت کے حق میں مکروہ نہیں۔ البتہ جن اشیاء میں سونے کا استعمال بدن کی منفعت

---

[1] ھندیہ : کتاب الکراھیہ،باب العاشر،۵/۳۳۴رشیدیہ
[2] بدائع الصنائع : کتاب الاحسان ، ۶/۵۲۲

سے متعلق ہو تو ان کا استعمال مرد وعورت دونوں کے حق میں مکروہ ہے، یعنی اس حکم میں مرد وعورت دونوں یکساں (برابر) ہیں۔ تاہم ایسی گھڑی پہنا جس پر محض سونے یا چاندی کا پانی چڑھا ہو، جائز ہے۔

ولا بأس بتمويه السلاح بالذهب والفضة"[1]

ترجمہ:

اور کوئی حرج نہیں اس اسلحہ کا اٹھانا جس پر سونے چاندی کا پانی چڑھایا ہوا ہو۔

ولا بأس بالانتفاع بالأواني المموهة بالذهب والفضة بالإجماع. كذا في الاختيار شرح المختار[2]

ترجمہ:

اور ان برتنوں سے نفع حاصل کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے جن پر سونے یا چاندی کا پانی چڑھا ہوا ہو۔ بالاتفاق

"كان خاتم النبي صلى الله عليه وسلم حديد املوية عليه فضة"[3]

ترجمہ:

کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالی علی وسلم کی ایک انگوٹھی لوہے کی تھی جس پر چاندی کا پانی چڑھا ہوا تھا۔

اسی طرح اگر گھڑی کا کوئی پرزہ سونے کا ہو تو بھی درست ہے۔

ولا بأس بمسمار الذهب يجعل في حجر الفص يعني في ثقبه؛ لأنه تابع كالعلم فلا يعد لابس۔ [1]

---

[1] الفتاوى السراجيه، كتاب الكراهة، باب المتفرقات، ص: ۷۹، سعيد

[2] هنديه : كتاب الكراهيه،باب التاسع،۵/۳۳۳رشيديه

[3] النسائی : باب لبس خاتم حديد ملوى عليه فضة، ۲/۲۸۹رشيديه

اسی طرح اگر اندر کی مشین سونے اور چاندی کی ہو اور اوپر کا کیس لوہے کا تب بھی جائز ہے کیونکہ فقہاء کرام نے لوہے کی انگوٹھی کے عدم جواز کے باوجود لوہے کی ایسی انگوٹھی کو جائز قرار دیا جس پر چاندی کا غلاف چڑھا ہو۔

"لابأس بأن يتخذ خاتم حديد قد لوی علیه فضة وألبس فضة حتی لایری"[2]

البتہ جس گھڑی کا کیس چاندی یا سونے کا ہو اس کا استعمال، اس کو چلانا اور اس میں وقت دیکھنا جائز نہیں۔ غرض اگر گھڑی کا اکثر حصہ پرزے، ڈائل، چین سونے کا بنا ہے تو ایسی صورت میں مرد کے لئے گھڑی کا پہننا جائز نہیں اور اکثر حصہ سونے، چاندی کے علاوہ کسی اور دھات کا ہو تو پہن سکتے ہیں۔

مردوں کے لئے سونے چاندی کے بٹن (Batton) کا استعمال

سونے، چاندی کے بٹن دو طرح کے استعمال ہوتے ہیں۔

(ا) ایک یہ کہ ریشمی دھاگوں اور سونے چاندی کی تاروں سے گول سے گھنڈی بنائی جاتی ہیں جس کی وجہ سے چاندی کے یہ بٹن کپڑے سے الگ نہیں ہوتے تو ان کا استعمال مرد اور عورت دونوں کر سکتے ہیں۔

---

[1] بحر الرائق : ۸/۳۵۰رشیدیه

[2] شامی: کتاب الحظر والاباحة ، ۶/۳۶۰سعیدیه

(۲) دوسری یہ کہ تین چار بٹن سونے یا چاندی کی ایک زنجیر کے ساتھ جڑے رہتے ہیں لیکن کپڑے سے بالکل الگ ہوتے ہیں۔ جیسے آج کل ڈبل کاج والے بٹن ہوتے ہے۔ ان کا استعمال زیب وزینت کی نیت سے خواتین تو استعمال کر سکتی ہیں جبکہ مردوں کے لئے ان کا استعمال جائز نہیں۔

(وكذا المنسوج بذهب إذا كان هذا المقدار) أربع أصابع (وإلالا) يحل للرجل زيلعي.[1]

ترجمہ:

سونے سے جو کام ہوا ہو وہ مرد کے لئے جائز ہے جبکہ اس کی مقدار چار انگل ہو۔ اگر اس سے زیادہ ہو تو جائز نہیں۔

قرآنی آیات اور اللہ کے اسم مبارک سے مزین لاکٹ کا استعمال:

سونے چاندی کی ایسے لاکٹ بنانا کہ جن پر قرآنی آیات اور اللہ تبارک وتعالی کا یا رسول اللہ ﷺ کا نام مبارک لکھا ہوا ہوتا ہیں۔ ایسے لاکٹوں کا بنانا، پہنانا اور ان کو بیچنا فی نفسہ انسب کی گنجائش ہے البتہ انہیں اہانت اور موضع اہانت سے بچانا ضروری ہے۔ لہذا اگر چھوئے بغیر اس طرح استعمال کرے کہ آیت جسم سے مس نہ ہو تو جائز ہے، اس لاکٹ کے ساتھ بیت الخلاء جانا جائز نہیں بلکہ بہتر یہ ہے کہ لاکٹ اتار کر جائے تاہم اگر زیور چھپا ہوا ہو تو اتارنا ضروری نہیں۔

في الهندية: لا باس بكتابة اسم الله على الدراهم لان قصد صاحبه العلامة لا التهاون كذا في جواهر الاخلاطي. وفيها ايضا: ويكره لمن لا يكون على الطهارة أن يأخذ فلوسا عليها اسم الله تعالى، كذا في فتاوى قاضيخان.[1]

---

[1] الدر المختار وحاشيه ابن عابدين: فصل فى اللبس : ج٦ ص٣٥٢ شامله

ترجمہ: ہندیہ میں ہے کہ لفظ اللہ دراہم پر لکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے اس لئے کہ اس سے صاحب کا مقصود علامت ہوتی ہے نہ کہ اہانت کرنا۔۔۔۔۔اور اس میں یہ بھی مذکور ہے کہ جن فلوس پر اللہ تعالی کا نام منقش ہو ان فلوس کا اٹھانا اس شخص کیلئے مکروہ ہے جو پاک نہ ہو۔

وفي الهندية: رقية في غلاف متجاف لم يكره دخول الخلاء به والاحتراز أفضل.[2]

ترجمہ:

ایسا تعویذ جو کہ بند غلاف میں ہو اس کے ساتھ بیت الخلاء جانا مکروہ تو نہیں ہے البتہ احتراز کرنا افضل ہے

فیرزہ پتھر جڑی انگوٹھی کا استعمال

کسی بھی خاص پتھر کا استعمال خواہ وہ فیروزہ پتھر ہو یا اور کوئی قیمتی پتھر جو اس عقیدے کے ساتھ پہنی جاتی ہو کہ جانی یا مالی نفع و نقصان میں یہی پتھر مؤثر ہے، جیسا کہ مشہور یہی ہے کہ اس کے پہننے سے طبیعت اچھی ہو جاتی ہے اور اس کے پہننے والے کو مالی نفع ہو گا شریعت کی رو سے درست نہیں۔اسلئے کہ اللہ تعالی کے حکم کے بغیر کوئی بھی پتھر اپنے اندر کوئی اثر نہیں رکھتا۔ہاں مرد حضرات ساڑھے چار ماشہ تک چاندی کی انگھوٹی پہن سکتے ہیں اور اس میں پتھر کا نگینہ بھی استعمال کر سکتے ہیں مگر پتھر کو مؤثر سمجھنے کا عقیدہ درست نہیں۔

عقیق پتھر کا استعمال

عقیق دیگر پتھروں کی طرح ایک خوبصورت پتھر ہے۔جسے برتنوں اور دیگر آرائشی چیزوں میں جڑاؤ کے طور پہ استعمال کیا جاتا ہے۔اس کے علاوہ اسے آرائشی طور پہ انگوٹھیوں اور دیگر زیورات میں استعمال بھی

---

[1] الهندية: ٣٢٣/٥
[2] الهندية: ١٧٨،١

کیا جاتا ہے۔اس کی کئی اقسام پائی جاتی ہیں ان میں بعض تو اس قدر خوبصورت ہوتی ہیں کہ دیکھنے والے کی حیرت دنگ راہ جاتی ہے۔

دکھلاوے کے لئے زیورات پہننا:

فخر وریاء اور دکھلاوے کی غرض سے جو بھی کام کیا جائے ناجائز ومکروہ ہے، اور احادیث میں عورتوں کے لئے سونے کے استعمال کی ممانعت بھی اظہار و دکھلاوے پر محمول ہے، لہذا اس نیت سے زیورات پہنا قطعا جائز نہیں۔

قوله: وتنبه النسائي لهذه الدقيقة، يعقد بابا لعنوان "الكراهة للنساء في إظهار الحلى والذهب، وأورد فيه مافيه قيد الإظهار، وماليس منه ذلك أشار إلى أن بعضها وإن كانت مطلقة صورة لكنها مقيدة معنى. ثم أشار بقوله في العنوان في إظهار الحلي»: إن هذا الإظهار ممنوع في مطلق الحلى وغير مخصوص بالذهب بوجود علة النهي، ومن لم يتنبه لهذه الدقيقة قال ماقال''[1]

ترجمہ:

اور امام نسائیؒ نے اس بات پر تنبیہ کیلئے ایک باب بعنوان "الكراهة للنساء في إظهار الحلى والذهب، باندھا ہے اور اس میں انہوں نے ان احادیث کو جمع کیا ہے جن میں اظہار کی قید آئی ہوئی ہے جبکہ جن احادیث میں اظہار کی قید نہیں ہے اس کی طرف اشارہ کیا ہوا ہے کہ اگرچہ ان میں سے بعض احادیث صورۃ مطلقاً ہیں لیکن معنیً وہ بھی مقید ہیں۔ پھر عنوان میں اپنے قول ''في إظهار الحلي'' کے ساتھ اشارہ کیا کہ

[1] اعلاء السنن : ۱۷/۲۹۲-۲۹۳ ادارۃ القرآن

یہ اظہار کرنا ممنوع ہے مطلقاً زیور میں اور سونے کے ساتھ غیر مخصوص ہے نھی کی علت پائے جانے کی وجہ سے اور جو کوئی اس نکتہ پر متنبہ نہ ہوا تو اس نے ادھر ادھر کی کہہ ڈالی۔

باب نہم:

سونے چاندی اور زیورات کے زکوٰۃ کے مسائل، مقاصد وفوائد

فصل اول:

چونکہ دین اسلام میں نماز کے بعد زکوۃ کی ادائیگی بھی ارکان اسلام میں سے ایک اہم ترین رکن ہے۔ جیسا کہ حضور ﷺ نے فرمایا: "اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے: گواہی دینا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، بیت اللہ کا حج کرنا، اور رمضان المبارک کے روزے رکھنا۔ اس لئے زکوٰۃ کی اہمیت، فضیلت اور چند ایک مسائل کا یہاں مختصر طور پر تذکرہ کیا جاتا ہے۔

(1) زکوٰۃ کی فضیلت واہمیت:

زکوٰۃ کی اہمیت کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ قرآن کریم میں متعدد بار ایمان کے بعد نماز اور زکوٰۃ کو ایک ساتھ ہی جا بجا ذکر کیا گیا ہے۔ زکوٰۃ سے متعلق احکام کا بڑا حصہ منصوص ہے، دین اسلام میں زکوٰۃ ہر مالدار صاحبِ نصاب پر فرض ہے۔

(2) زکوٰۃ کا مقصد:

زکوٰۃ کی معاشرتی حیثیت ایک مکمل اور جامع نظام کی ہے۔ اگر ہر صاحبِ نصاب زکوٰۃ دینا شروع کر دے تو مسلمان معاشی طور پر خوشحال ہو سکتے ہیں اور اس قابل ہو سکتے ہیں کہ کسی غیر سے قرض کی بھیک نہ

مانگیں۔ مسلمانوں پر زکوۃ کا فرض ہونا محاسن اسلام ہی میں سے ہے، اس لئے کہ زکوٰۃ ادا کرنے سے غریب اور امیر کے درمیان محبت پیدا ہوتی، کیونکہ انسانی فطرت ہے کہ وہ ہر احسان کرنے والے سے محبت کرتا ہے۔ اورزکوٰۃ ادا کرنے کی وجہ سے بحیثیت مجموعی مسلمان سود کی لعنت سے بچ سکتے ہیں۔

چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے اس کو واضح طور پر فرمایا ہے کہ یہ قم مال داروں سے لی جائے اور محتاجوں پر خرچ کی جائے، آپ ﷺ نے حضرت معاذؓ کو یمن کا معلم بنا کر روانہ فرمایا تو اس وقت خصوصی ہدایا تدیں، ان ہدایتوں میں بھی تھا کہ زکوۃ کے سلسلہ میں یمن کے مسلمانوں کے ذہن نشیں کرانا۔

"فأعلمهم أن الله قد فرض عليهم صدقة تؤخذ من أغنيائهم فترد على فقرائهم ''[1]

ترجمہ: ''پھر انہیں بتاؤ کہ اللہ تعالی نے ان پر صدقہ (زکوۃ) کو فرض کیا ہے جو ان کے مالداروں سے لیا جائے گا اور ان میں جو محتاج ہیں ان کو دیا جائے گا۔''

اسی طرح صدقہ فطر میں ارشاد نبوی ہے:

''زكوة الفطر طهر الصيام من اللغو والرفث وطعمة للمساكين ''[2]

ترجمہ: ''صدقہ فطر روزوں کی پاکی ہے لغو اور بیہودہ باتوں سے اور غریبوں مسکینوں کے لئے کھانے کا انتظام ہے۔''

یہی وجہ ہے کہ امام ابو حنیفہ ؒ زکوۃ کے سلسلہ میں شرط قرار دیتے ہیں کہ یہ رقم ان مستحقین کو دے کر مالک بنادیا جائے جو محتاج ہوں، مالدار و سرمایہ دار نہ ہوں۔

''ويشترط أن يكون الصرف تمليكا لا إباحة''[3]۔

ترجمہ:

---

[1]مشكوة كتاب الزكاة
[2]مشكاة، باب صدقة الفطر
[3](در مختار: باب مصرف الزکاۃ والعشر، ج ۲ ص ۳۴۴ شاملہ)

”اور شرطیہ ہے کہ زکوۃ مالک بنا کر صرف کی جائے نہ کہ اباحت کے طور پر“

لفظ ”زکوۃ“ کا لغوی مفہوم پاکیزگی اور اضافہ ہے جس سے یہ مفہوم واضح ہو جاتی ہے کہ زکوٰۃ ادا کرنے سے نہ صرف مال کی پاکیزگی اور اجر و ثواب میں اضافہ ہوتا ہے بلکہ مال میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔

معلوم یہ ہوا کہ زکوٰۃ کو دین میں بہت اہمیت دی گئی ہے۔ اور انفاق فی سبیل اللہ میں بخل کرنے والے اور زکوۃ کی ادائیگی میں کوتاہی کرنے والوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے سخت عذاب کی وعید فرمائی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۙ ۝۳۴ يَّوْمَ يُحْمٰي عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰي بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ ۭ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ ۝۳۵ [1]

ترجمہ:

اور جو لوگ سونے چاندی کا خزانہ رکھتے ہیں اور اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے، انہیں دردناک عذاب کی خبر پہنچا دیجئے، جس دن اس خزانے کو آتش دوزخ میں تپایا جائے گا پھر اس سے ان کی پیشانیاں اور پہلو اور پیٹھیں داغی جائیں گی (ان سے کہا جائے گا) یہ ہے جسے تم نے اپنے لئے خزانہ بنا کر رکھا تھا۔ پس اپنے خزانوں کا مزہ چکھو۔

اسی طرح ایک حدیث میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ

[1] التوبۃ: ۳۴، ۳۵

’’مَنْ آتَاهُ اللَّهُ مَالاً ، فَلَمْ يُؤَدِّ زَكَاتَهُ مُثِّلَ لَهُ مَالُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ شُجَاعًا أَقْرَعَ لَهُ زَبِيبَتَانِ يُطَوَّقُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، ثُمَّ يَأْخُذُ بِلِهْزِمَتَيْهِ — يَعْنِي بِشِدْقَيْهِ — ثُمَّ يَقُولُ أَنَا مَالُكَ أَنَا كَنْزُكَ ، ثُمَّ تَلاَ: ﴿لَا يَحْسِبَنَّ الَّذِينَ يَبْخَلُونَ﴾ ‘‘ الآيَةَ[1]

ترجمہ:

’’قیامت کے روز زکوٰۃ ادانہ کرنے والوں کا مال ودولت گنجا سانپ (یعنی انتہائی زہریلا) بنا کر ان پر مسلط کر دیا جائے گا جو انہیں مسلسل ڈستا رہے گا اور کہے گا: میں تیرا مال ہوں، میں تیرا خزانہ ہوں۔

چنانچہ ہر وہ مال جس کی زکوٰۃ نہ نکالی جائے وہ کنز ہے جس کے ساتھ صاحب کنز کو قیامت کے دن عذاب دیا جائے گا۔ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ: جس شخص کے پاس سونا یا چاندی موجود ہے اور وہ اس کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتا، قیامت کے دن جس کی مقدار پچاس ہزار سال کے برابر ہے، اس مال کی سلاخیں بنائی جائیں گی اور اس شخص کی پیشانی، پہلوؤں اور کمر کو داغا جائے گا۔ اس اہمیت سے یہ بات کھل کر واضح ہو جاتی ہے کہ زکوٰۃ ہر آزاد عاقل وبالغ صاحب نصاب مسلمان پر فرض ہے۔

(3) صاحب نصاب:

چنانچہ صاحبِ نصاب وہ ہے جس کے پاس ساڑھے باون تولے یعنی 612.36 گرام چاندی یا ساڑھے ساتؔ تولے سونا یا زیور ہو جس پر ایک سال گزر گیا ہو یا سونا اگرچہ مذکورہ وزن سے کم ہی ہو مگر اس کی قیمت ساڑھے باون تولے چاندی کے برابر ہو تو وہ صاحب نصاب ہے اور اس پر کل مالیت کا چالیسواں حصہ یا ڈھائی فیصد زکوٰۃ فرض ہے۔

---

[1] صحیح بخاری:۱۴۰۳

(4) مصافِ زکوٰۃ:

مصافِ زکوٰۃ سے مراد وہ مدّات ہیں جن پر ملِ زکوٰۃ خرچ کیا جاسکتا ہے، جیسے فقیر، مسکین، قرض دار اور مسافر طالب علم وغیرہ۔ قرآن حکیم میں درج ذیل آٹھ مصافِ زکوٰۃ بیان ہوئے ہیں:

إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ فَرِيضَةً مِنَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ O[1]

ترجمہ:

بے شک صدقات (زکوۃ) محض فقراء و مساکین (غریبوں اور محتاجوں) اور اس کی وصولی پر متعین کارکنوں اور ایسے لوگوں کیلیے ہیں جن کے دلوں میں (اسلام کی) اُلفت پیدا کرنا مقصود ہے اور مزید یہ کہ انسانی گردنوں کو آزاد کرانے اور قرض داروں کے بوجھ اُتارنے میں اور اللہ کی راہ میں اور مسافروں کے لیے ہے یہ سب اللہ کی طرف سے فرض ہے اور اللہ خوب جاننے والا بڑی حکمت والا ہے۔

فصل دوم:

نصاب کے معنیٰ

نصاب مال کی وہ خاص مقدار ہے جس پر شریعت نے زکوٰۃ فرض کی ہے۔ مثلاً سونے کیلئے 20 مثقال اور چاندی کیلئے 200 درہم اور اونٹوں کی زکوٰۃ میں پانچ اور پچیس وغیرہ کے اعداد جو متعین کئے گئے ہیں زکوٰۃ کا نصاب کہلاتا ہے۔

اسی طرح نقدی پیسوں میں جتنی رقم سے ساڑھے باون تولہ چاندی خریدی جاسکے اتنے روپے کے مالک کو صاحب نصاب (نصاب والا شخص) کہا جاتا ہے۔ البتہ زکوٰۃ نکالنا تب واجب ہو گا جب اس پر سال گزر جائے

---

[1] التوبہ 60:9

تو اس میں پھر چالیسواں حصہ زکوٰۃ نکالنا واجب ہو گی۔ چونکہ زیرِ نظر مقالہ سونے چاندی اور ان کے احکام کے بارے میں ہے، اس لئے فقط سونے اور چاندی ہی کی نصاب اور زکوٰۃ کو ذیل میں بیان کیا جاتا ہے۔

فصل سوم:

سونے چاندی کا نصاب

جن اصناف پر زکوۃ واجب ہے ان میں سونا چاندی بھی شامل ہیں۔ سونے اور چاندی کا نصاب بھی احادیث سے واضح ہے، سونے کی وہ مقدار جس پر زکوۃ واجب ہوتی ہے، بیس دینار (مثقال) ہے اور چاندی کی مقدار دو سو درہم ہے۔ یعنی کہ چاندی کا نصاب ساڑھے باون تولے (یعنی612.360 گرام)، جبکہ سونے کا نصاب ساڑھے سات تولے (یعنی87.480) ہے۔ چاندی اور سونے کا نصاب مکمل ہو جانے کے بعد جب اس پر ایک سال گزر جائے تو اس میں سے اڑھائی فیصد یعنی چالیسواں حصہ زکوۃ ادا کرنا واجب ہو گا۔

عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ ، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «وَلَيْسَ عَلَيْكَ شَيْءٌ حَتَّى يَكُونَ لَكَ عِشْرُونَ دِينَارًا ، فَإِذَا كَانَتْ لَكَ ، وَحَالَ عَلَيْهَا الْحَوْلُ ، فَفِيهَا نِصْفُ دِينَارٍ ، فَمَا زَادَ فَبِحِسَابِ ذَلِكَ » قَالَ: فَلَا أَدْرِي أَعَلِيٌّ يَقُولُ بِحِسَابِ ذَلِكَ ، أَمْ رَفَعَهُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، [1]

ترجمہ:

"حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تم پر سونے میں کچھ زکوۃ نہیں یہاں تک کہ اس کی مقدار بیس دینار ہو جائے۔ پھر جب تمھارے پاس بیس دینار ہو جائے اور ان پر پورا سال گزر

[1] معرفۃ السنن والاثار: باب زکوۃ الذھب، ص۱۳٦ ج٦

جائے تو ان میں (زکوٰۃ) نصف دینار ہو گی (جو کہ بیس دینار کا چالیسواں حصہ ہے) اور جو سونا زائد ہو تو اس میں سے اسی حساب سے (یعنی چالیسواں حصہ) واجب ہے۔"

عن عاصم بن ضمرة عن علي قال : قال رسول الله صلى الله عليه و سلم قد عفوت عن صدقة الخيل والرقيق فهاتوا صدقة الرقة من كل أربعين درهما درهم وليس في تسعين ومائة شيء فإذا بلغت مائتين ففيها خمسة الدراهم [1]

ترجمہ:

"حضرت علیؓ فرماتے ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بلاشبہ میں نے گھوڑوں اور غلاموں کی زکوٰۃ کو معاف کیا ہے پس چاندی کی زکوۃ (اس حساب سے) ادا کرو کہ ہر چالیس درہم میں سے ایک درہم۔ اور ایک سو نوے (اور مزید نو) درہم میں زکوٰۃ تو نہیں البتہ جب وہ دو سو ہو جائیں تو ان میں (زکوٰۃ کے) پانچ درہم ہوں گے۔"

اور ابو داود میں اس حدیث کے زائد الفاظ یہ ہیں:

"فما زاد فعلی حساب ذلک"

ترجمہ: یعنی کہ جو درہم دو سو سے زائد ہوں انمیں اسی (چالیسویں حصہ کے) حساب سے زکوٰۃ ہو گی۔ اسی طرح ایک اور روایت میں ہے کہ:

عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِبَعْضِ أَوَّلِ هَذَا الْحَدِيثِ، قَالَ: «فَإِذَا كَانَتْ لَكَ مِائَتَا دِرْهَمٍ، وَحَالَ عَلَيْهَا الْحَوْلُ، فَفِيهَا خَمْسَةُ دَرَاهِمَ، وَلَيْسَ عَلَيْكَ شَيْءٌ يَعْنِي فِي الذَّهَبِ حَتَّى يَكُونَ لَكَ عِشْرُونَ دِينَارًا، فَإِذَا كَانَ لَكَ عِشْرُونَ دِينَارًا، وَحَالَ عَلَيْهَا الْحَوْلُ، فَفِيهَا نِصْفُ دِينَارٍ،

---

[1] سنن الترمذی: رقم الحدیث ٦٢٠

فَمَا زَادَ، فَبِحِسَابِ ذَلِكَ »، قَالَ: فَلَا أَدْرِي أَعَلِيٌّ يَقُولُ: فَبِحِسَابِ ذَلِكَ ، أَوْ رَفَعَهُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، وَلَيْسَ فِي مَالٍ زَكَاةٌ حَتَّى يَحُولَ عَلَيْهِ الْحَوْلُ،[1]

خلاصہ یہ ہوا کہ زکوٰۃ میں مال کا چالیسواں حصہ دینا واجب ہے اور چالیسویں حصے کی مقدار رائج الوقت اوزان کے مطابق ساڑھے سات تولہ یعنی 87.48 گرام ہے۔اور ساڑھے باون تولہ چاندی کی مقدار 612.36 گرام ہے۔پس جس کے پاس ساڑھے سات تولہ (یعنی 87.48 گرام) یا زائد کا سونا ہو یا ساڑھے باون تولہ (612.36 گرام) یا زائد کی چاندی ہو تو ہندوستان کے اکثر علماء کا فتوٰی یہی ہے کہ یہ شخص صاحبِ نصاب ہے اور اس پر زکوٰۃ واجب ہے۔

چنانچہ سوناچاندی جس شکل میں بھی ہو،خواہ وہ سوناڈھلی کی شکل میں ہو یا سکوں کی شکل میں یا وہ سونے کی بنے ہوئے زیورات کیوں نہ ہو، زکوۃ کے وجوب کے سلسلے میں سب کا حکم ایک ہے، البتہ سونے چاندیکوڈھالنے اور زیورات وغیرہ بنانے میں کچھ نہ کچھ ملاوٹ چونکہ ناگزیر ہوتی ہے، اس لیے فقہائے کرام کاخیال ہے کہاگر سونے چاندی کی مقدار غالب اور کھوٹ کی مقدار کم ہو تو وہ مکمل سوناچاندی ہی سمجھا جائے گااور اگر کھوٹ غالب ہوتو بحکم سامان تجارت ہے لہذااس کی قیمت کو دیکھاجائے گا۔اگراس کی قیمت سونے چاندی کی نصاب تک پہنچ جائے تو زکوۃ واجب ہوگی، ورنہ نہیں۔اور اگر خالص اور کھوٹ کا حصہ برابر ہوتو احتیاط اسی میں ہے کہ زکوۃ ادا کی جائے۔اسی طرح اگر سوناچاندی مخلوط ہو تواس میں بھی غالب چیز کے اعتبار سے نصاب کا حکم لگایا جائے گا۔

زکوٰۃ میں قیمتِ فروخت کا اعتبار ہو گا

چونکہ سونے اور چاندی میں اصل یہی ہے کہ جب ان کا نصاب مکمل ہو جاے،اور ان پر سال گزر جائے تواس نصاب میں سے سوناچاندی کاچالیسواں حصہ زکوٰۃ ادا کیا جائے گا،اور چالیسویں حصے کی قیمت اس

[1] سنن ابی داؤد: باب فی زکاۃ السائمۃ، ج ۲ ص ۱۰۰ اشاملۃ

کے متبادل کے طور پر دی جاتی ہے، پس سونے کی زکوۃ، خواہ گزشتہ سالوں کی ہو یا موجودہ سال کی، جس دن زکوۃ ادا کی جائے گی، اس دن سونے چاندی کے نصاب کی قیمت فروخت معلوم کر کے اس حساب سے گزشتہ اور موجودہ زکوۃ ادا کی جائے، اور اس صورت میں قیمت خرید کا اعتبار نہیں کیا جائے گا اگر چہ وہ قیمت، قیمتِ خرید سے کم یا زیادہ کیوں نہ ہو بہر صورت زکوۃ کی ادائیگی کے وقت سونے اور چاندی کے نصاب کی قیمت فروخت کا اعتبار کیا جائے گا۔

دلیل:

لأن الواجب الأصلي عندهما هو ربع عشر العين، وإنما له ولاية النقل إلى القيمة يوم الأداء؛ فيعتبر قيمتها يوم الأداء، والصحيح أن هذا مذهب جميع أصحابنا[1]"

ترجمہ:

اسلئے کہ صاحبین کے ہاں واجب اصلی وہ چالیسواں حصہ ہوتا ہے اور ادائیگی کے دن کی قیمت کے مطابق اختیار ہوتا ہے تو اداء والے دن کی قیمت معتبر ہو گی اور صحیح قول یہ ہے کہ تمام ائمہ کا متفقہ رائے ہے۔

"قوله: والمعتبر وزنهما أداءً ووجوباً) لا قيمتهما. قوله: والمعتبر وزنهما أداءً) أي من حيث الأداء، يعني يعتبر أن يكون المؤدى قدر الواجب وزناً عند الإمام والثاني ...... وأجمعوا أنه لو أدى من خلاف جنسه اعتبرت القيمة[2]."

ترجمہ:

اور سونے چاندی کے وزن کا اعتبار ادائیگی اور وجوبی اعتبار سے ہو گا، نہ کہ ان دونوں کی قیمت کا اعتبار ہو گا۔ اور مصنف کا یہ قول "والمعتبر وزنهما أداءً "یعنی امام صاحب کے ہاں زکوۃ دینے والا وزن

---

[1] بدائع الصنائع: کتاب الزکاۃ، فصل صفۃ الواجب في أموال التجارۃ، ج: ۲، ص: ۲۲

[2] وفی الدر المختار و حاشیۃ ابن عابدین. : ج: ۲، ص: ۲۹۷

کے لحاظ سے واجب مقدار ادا کرے گا۔ جبکہ اس قول پر تمام ائمہ کا اتفاق ہے کہ اگر کوئی شخص خلاف جنس سے زکوٰۃ ادا کرے گا تو اس وقت پھر قیمت کا اعتبار ہو گا۔

فصل چہارم:

پہننے کے زیورات پر زکوٰۃ کا مسئلہ

سونے چاندی کی زیورات خواہ وہ استعمالی ہوں یا محض گھر میں رکھے ہوئے ہوں اور استعمال نہ ہوتی ہوں بہر صورت ان کی زکوٰۃ واجب ہے اس لئے کہ زیورات پر مطلقاً زکوٰۃ واجب ہے۔ اور اس کی سب سے بڑی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ چونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے قدیم زمانہ سے آج تک سونے اور چاندی کو ثمن مطلق قرار دیا ہے اس لئے یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ جس شخص کے پاس بھی نصاب کے برابر سونا یا چاندی موجود ہو تو اس پر سال گزرنے کے بعد مقررہ شرح کے مطابق زکوٰۃ فرض ہے۔

شامی میں صاف لکھا ہے کہ

وقولہ: واللازم۔۔۔مضروب کل منهما ومعمولہ ولو تبراً أو حلياً مطلقاً مباح الاستعمال أولا ولو للتجمل والنفقة؛ لأنهما خلقا أثماناً فيزكيهما كيف كانا۔[1]

کہ خواہ وہ زیور بطورِ حُسن اور نفقہ کے ہو یا وہ زیور گھر میں ایسے ہی رکھا گیا ہو اور استعمال نہ ہوتا ہو بہر صورت اس کی زکوٰۃ واجب ہے اسلئے کہ اس کی تخلیق ہی ثمن کے طور پر کی گئی ہے لہٰذا جیسا بھی ہو اس کی زکوٰۃ ادا کرنا ہو گی۔

اور جب یہ بات واضح ہو گئی تو جس کسی کے پاس بھی شرعی نصاب ہو اس پر زکوٰۃ بھی فرض ہے، قربانی اور صدقہ فطرانہ بھی واجب ہے۔ اور جو بھی صاحبِ نصاب ہے خواہ بیوی ہو یا خاوند، اگر میاں بیوی دونوں صاحب نصاب ہیں تو دونوں پر زکوٰۃ واجب ہو گی۔ یوں ہی ماں باپ، بہن بھائی اگر الگ الگ صاحب نصاب ہیں تو سب پر قربانی بھی واجب ہے اور زکوٰۃ بھی۔ لیکن جو مالک نصاب نہ ہو تو اس پر زکوٰۃ بھی فرض نہیں، اور قربانی بھی نہیں۔

[1] الدر المختار مع رد المحتار: باب زکوٰۃ المال جلد ۳ صفحہ ۲۲۸،۲۲۷ مکتبہ زکریا دیوبند

فصل پنجم:

پہننے کے زیور کی زکوٰۃ کے بارے میں چند احادیث

عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ أَنَّ امْرَأَةً أَتَتْ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم وَمَعَهَا ابْنَةٌ لَهَا فِي يَدِ ابْنَتِهَا مَسَكَتَانِ غَلِيظَتَانِ مِنْ ذَهَبٍ فَقَالَ لَهَا « أَتُعْطِينَ زَكَاةَ هَذَا ». قَالَتْ لاَ. قَالَ « أَيَسُرُّكِ أَنْ يُسَوِّرَكِ اللَّهُ بِهِمَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ سِوَارَيْنِ مِنْ نَارٍ ». قَالَ فَخَلَعَتْهُمَا فَأَلْقَتْهُمَا إِلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم وَقَالَتْ هُمَا لِلَّهِ عَزَّ وَجَلَّ وَلِرَسُولِهِ.[1]

ترجمہ:

کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک خاتون اپنی بیٹی کے ہمراہ آئی، بیٹی کے ہاتھ میں دو موٹی کنگن تھے، اللہ کے رسول ﷺ نے پوچھا: کیا تم اس کی زکاۃ ادا کرتی ہو؟ تو اس نے جواب دیا کہ نہیں، اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تمھیں یہ بات خوش کرے گی کہ بروز قیامت اللہ تعالیٰ آگ کے دو کنگن تمھیں پہنائے، راوی فرماتے ہے کہ اس پر عورت نے وہ اتار کر ڈال دیئے اور فرمانے لگی کہ یہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کیلئے ہیں۔

عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ كُنْتُ أَلْبَسُ أَوْضَاحًا[2] مِنْ ذَهَبٍ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَكَنْزٌ هُوَ فَقَالَ « مَا بَلَغَ أَنْ تُؤَدَّى زَكَاتُهُ فَزُكِّىَ فَلَيْسَ بِكَنْزٍ ».[3]

---

[1] ابوداؤد: رقم الحدیث ۱۵۶۵

[2] الأوضاح : جمع وضح وهو نوع من الحلى يعمل من الفضة

[3] ابوداؤد: رقم الحدیث ۱۵۶۶

ترجمہ:

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں سونے کے پازیب پہنتی تھی تو میں نے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ! کیا یہ (وہ) کنز ہے (جس کے بارے میں قران پاک میں وعید آئی ہے۔) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو مال زکوۃ کے وجوب کی مقدار کو پہنچ جائے اور اس کی زکوۃ نکال دی جائے وہ کنز نہیں ہے۔

وعن زينب امرأة عبد الله بن مسعود : قالت خطبنا رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال يا معشر النساء ! تصدقن ولو من حليكن فإنكن أكثر أهل جهنم يوم القيامة[1]

ترجمہ:

حضرت عبد اللہ ابن مسعودؓ کی اہلیہ حضرت زینب رضی اللہ عنھا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطبہ ارشاد فرمایا پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عورتوں کے گروہ! زکوۃ ادا کرتی رہو اگر چہ وہ تمھارے زیور میں سے کیوں نہ ہو پس بیشک قیامت کے روز تم جہنمیوں میں تعداد کے اعتبار سے سب سے زیادہ ہو گی۔

وعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ شَدَّادِ بْنِ الْهَادِ، أَنَّهُ قَالَ: دَخَلْنَا عَلَى عَائِشَةَ، زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، فَقَالَتْ : دَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَأَى فِي يَدَيَّ فَتَخَاتٍ مِنْ وَرِقٍ ، فَقَالَ: «مَا هَذَا يَا عَائِشَةُ؟» ، فَقُلْتُ :صَنَعْتُهُنَّ أَتَزَيَّنُ لَكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ، قَالَ: «أَتُؤَدِّينَ زَكَاتَهُنَّ ؟» ، قُلْتُ :لَا ، أَوْ مَا شَاءَ اللَّهُ، قَالَ: «هُوَ حَسْبُكِ مِنَ النَّارِ» ، [2]

ترجمہ:

---

[1] سنن الترمذی: رقم الحدیث ٦٣٥

[2] سنن ابی داؤد: باب الکنز ماھو؟ وزکاۃ الحلی ج ٢ ص ٩٥ رقم الحدیث ١٥٦٥ شاملۃ

حضرت عبد اللہ بن شداد کہتے ہیں کہ ہم نبی ﷺ کی زوجہ محترمہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے تو انہوں نے بتایا کہ رسول اللہ میرے پاس آئے اور میرے ہاتھ میں چاندی کی بغیر نگ کی انگوٹھیاں دیکھی تو پوچھا اے عائشہ! یہ کیا ہے؟ میں نے جواب دیا کہ اے اللہ کے رسول! یہ میں نے اس لیئے بنوائے ہیں کہ آپ کی خاطر زینت کروں آپ نے پوچھا کیا تم ان کی زکوۃ دیتی ہو؟ میں نے جواب دیا کہ نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جہنم کی آگ میں سے پھر یہی تمہارے لیے کافی ہیں۔

فصل ششم:

لڑکیوں کیلئے زیور بنوا کر رکھا جائے تو زکوٰۃ بھی عورت پر ہو گی جو زیور والدین اپنی بچیوں کیلئے بنوائیں تو بلوغت تک پہنچنے سے قبل اس کی زکوٰۃ تو والدین ادا کریں گے اس لئے کہ وہ اس عمر میں شریعت کے مُکلّف نہیں ہوتے، اسی طرح جو زیور والد یا شوہر کی ملکیت میں ہو اور صرف اپنی بیوی اور بیٹی کو اس کے پہننے کیلئے دیئے ہوں تو ان زیورات کی زکوۃ بھی والد یا شوہر جس کی ملکیت میں وہ زیور ہو زکوٰۃ ادا کریں گے۔

البتہ جو زیورات بلوغت کے بعد لڑکیوں کی شادی کیلئے بنوا کر رکھا جاتا ہے خواہ وہ زیور بطورِ مہر لڑکیوں کو سسرال کی طرف سے دیا جائے یا والدین خود اپنی بیٹی کیلئے بنوا کر لائے تو چونکہ یہ زیورات عام طور پر بیوی کی ملکیت میں ہی ہوتے ہیں اس لئے اس کی زکوٰۃ بھی خود اس عورت پر واجب ہو گی اس کے شوہر، والد یا سُسر وغیرہ پر نہیں۔ ہاں! اگر اس کا شوہر، یا والد اپنی مرضی سے اس کی اجازت سے زکوٰۃ ادا کرنا چاہے تو ادا کر سکتا ہے۔ اور یہ شوہر یا والد کی طرف سے عورت (بیوی یا بیٹی) پر احسان ہو گا۔ چنانچہ حضرت عبد اللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ وہ اپنی عورتوں کو حکم دیتے تھے کہ وہ اپنے زیورات کی زکوۃ خود ادا کریں۔

قولہ: عن عبد اللہ بن عمرو عنہ رضی اللہ عنہ انہ کان یامر نسائہ ان یزکین حلیھن۔[1]

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ وہ اپنی عورتوں کو حکم دیتے تھے کہ وہ اپنے زیورات کی زکوۃ ادا کریں۔

اسی طرح ابو دوٗد اور نسائی شریف میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جن عورتوں کو زکوٰۃ ادانہ کرنے پر جہنم کی سخت وعید سنائی ہے اس میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو مخاطب کر کے یہ نہیں فرمایا کہ اس کی زکوٰۃ تمھارے مردوں پر فرض ہے بلکہ ان پر یہ بات واضح کی کہ تم لوگوں پر ان زیورات کی زکوٰۃ ادا کرنا واجب ہے۔

(ابو داؤد کی یہ مذکورہ حدیث اس باب کے "**فصل چہارم**" میں تفصیل کے ساتھ ذکر ہوئی ہے۔)

جہیز میں لائے ہوئے سونے پر زکوٰۃ

عموماً بیوی جو سونا جہیز میں لے کر آتی ہے وہ بیوی کی ملکیت ہی میں ہوتا ہے۔ اسی طرح جو سونا شوہر اپنی بیوی کو دے بطورِ مہر تو اگر وہ سونا بیوی کی ملکیت قرار دیا ہو تو یہ اب اس کی ملکیت ہے پس اگر وہ سونا ساڑے سات تولہ یا اس سے زیادہ ہو تو اس پر زکوۃ لاگو ہوتی ہے۔ زکوٰۃ کل مال سے اڑھائی فیصد (2.5) فیصد ادا کرے گی۔

فصل ہفتم:

جواہرات اور قیمتی پتھروں میں زکوۃ

فقہی عبارات کے مطابق جواہرات اور قیمتی پتھروں میں زکوۃ واجب نہیں، اگرچہ ان کی قیمت مقدار نصاب سے زائد کیوں نہ ہو، ہاں اگر جواہرات اور قیمتی پتھر تجارت کی غرض سے خریدے گئے ہوں تو

---

[1] اعلاء السنن: 9/53

پھر یہ بحکمِ سامانِ تجارت ہیں اور ان کی قیمت جب مقدار نصاب تک پہنچ جائے تو سال گزرنے پر ان میں زکوۃ ادا کرنی واجب ہوگی۔

دلیل:

لازكوة في اللالي والجواهر (وإن ساوت ألفا اتفاقا) إلا أن تكون للتجارة والأصل أن ماعدا الحجرين والسوائم إنما يزكي بنية التجارة.

ترجمہ:

ہیروں اور موتیوں میں زکوٰۃ نہیں، اگرچہ یہ ہزار کے برابر ہوں مگر یہ کہ تجارت کے لیے ہوں اور اصل یہ ہے کہ دو پتھروں اور چرنے والے جانوروں کے علاوہ چیزوں کی زکوٰۃ اس وقت دی جائے گی، جب تجارت کی نیت سے ہوں۔

باب دہم:

سونے چاندی کے ساتھ اعضاء کی پیوند کاری

فقہی نقطہ نظر سے اگر انسان کا کوئی عضو اس حد تک ناکارہ ہو جائے کہ علاج معالجے سے صحیح نہ ہوتا ہو اور حالت یہ ہو جائے کہ اگر بیمار شخص ناکارہ عضو الگ کر کے اس کی جگہ دوسرا عضو نہ لگائے تو اس کا زندہ رہنا صرف مشکل نہیں بلکہ ناممکن ہو یا وہ ایسے عضو کی پیوند کاری ہو کہ جو ظاہری عضو ہو اور اس عضو کے بغیر آدمی کی صورت بد نما لگتی ہو جیسے کان ناک وغیرہ کی پیوند کاری ہو تو اس تبدیلی عضو کی اوّلاً کئی ممکنہ صورتیں ہیں۔

فصل اول:

پلاسٹک اور چاندی کے دانت، ناک بنانا

اوّلاً تو بہتر یہی ہے کہ اس عضو کی جگہ کسی دھات، پلاسٹک یا لکڑی وغیرہ کا مصنوعی عضو بنا کر لگا دیا جائے اور اس کے جواز میں کوئی شبہ بھی نہیں ہے۔ لیکن اگر پلاسٹک، دھات اور لکڑی وغیرہ کے عضو بنانے سے کام نہ چلتا ہو تو پھر چونکہ مردوں کیلئے چاندی کی مخصوص مقدار میں استعمال کرنا جائز ہے اس لئے چاندی سے

مصنوعی عضو کا لگانا بھی درست اور جائز ہے البتہ چونکہ یہاں پر چاندی کا استعمال بطورِ علاج ہے اس لئے اگر چاندی کی مخصوص مقدار پر زیادتی بھی کی جائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ اور اس کی دلیل آپ ﷺ کا عمل ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جس صحابی کو چاندی کی مصنوعی ناک بنانے کی اجازت دی تھی اس میں آپ ﷺ نے مخصوص مقدار کی چاندی کی کوئی شرط نہیں لگائی تھی۔

فصل دوم:

سونے کی ناک یا دانت بنانا

مذکورہ صورت میں اگر چاندی سے بھی کام نہ چلتا ہو مثلاً کسی کے دانت ہلنے لگیں اور ان کو منہ میں مضبوطی کے ساتھ روکنا دشوار ہو جائے تو ان دانتوں کو سونے کے تاروں کے ساتھ باندھنے کی بھی اجازت دی ہے، حالانکہ سونے کا استعمال مردوں کے لئے قطعاً حرام ہے چنانچہ ترمذی شریف میں ہے:

"وقد روی غیر واحد من اہل العلم انہم شدوا اسنانہم بالذہب"[1]

ترجمہ:

"اور بہت سے اہل علم سے مروی ہے کہ انہوں نے اپنے دانت سونے (کے تاروں) سے باندھے"

جس سے یہ واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ دانتوں کو سونے کی تاروں سے باندھا جا سکتا ہے۔ اسی طرح اگر پہلے چاندی سے کوئی عضو بنایا جائے اور وہ سڑ جاتا ہو تو بھی سونے سے اس کو بنوانا جائز ہے، جیسا کہ خود حدیث سے بھی یہ ثابت ہے کہ ایک صحابی حضرت عرفجہؓ کی ناک کٹ گئی تھی، انہوں نے پہلے چاندی کی ناک لگوائی جب وہ کار آمد نہ ہوئی اور وہ سڑ گئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں سونے کی ناک بنوا کر

[1] ترمذی: 2404/، رقم الحدیث 1770:

لگوانے کی اجازت فرمائی۔ہاں بہتر یہی ہے کہ اگر چاندی سے کسی حد تک کام چلتا ہو تو چاندی ہی سے اعضاء کی پیوند کاری کی جائے۔

حدیث کی عبارت ملاحظہ فرمائیں:

حدیث:

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ طَرَفَةَ أَنَّ جَدَّهُ عَرْفَجَةَ بْنَ أَسْعَدَ قُطِعَ أَنْفُهُ يَوْمَ الْكُلَابِ فَاتَّخَذَ أَنْفًا مِنْ وَرِقٍ فَأَنْتَنَ عَلَيْهِ فَأَمَرَهُ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم فَاتَّخَذَ أَنْفًا مِنْ ذَهَبٍ .[1]

ترجمہ:

"حضرت عبد الرحمن بن طرفہؓ بیان کرتے ہیں کہ ان کے دادا عرفجہ بن اسعدؓ کی جنگ کلاب میں ناک کاٹ دی گئی تھی۔ انھوں نے چاندی کی ناک لگوائی لیکن وہ سڑ گئی اور اس سے بدبو آنے لگی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حکم دیا کہ وہ اس کی جگہ سونے کی ناک لگالیں ۔

"وفی الشامی : وفی التاتر خانیہ وعلیٰ ہذا الاختلاف اذا جدع انفہ وأذنہ أو سقط منہ فأراد ان یتخذ سناً آخر فعند الامام یتخذ ذٰلک مِن الفضۃِ فقط وعند محمّدؒ من الذھبِ أیضاً۔۔۔۔الخ[2]

ترجمہ:

اور شامی میں ہے کہ تاتر خانیہ میں یہ عبارت ہے" اور اسی اختلاف پر مبنی ہے کہ جب کسی کا ناک یا کان کاٹ دیا جائے یا اس سے گر جائے پھر وہ ارادہ کرے کہ دوسرا دانت لگایا جائے تو امام اعظمؒ کے نزدیک یہ شخص صرف چاندی کا دانت بنائے گا جبکہ امام محمدؒ کے نزدیک یہ شخص سونے کا دانت بھی بنوا سکتا ہے"

مزید یہ کہ فقہاء نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ اگر کسی شخص کی انگلیوں کی پوریں کاٹ دی گئی ہوں تو اس کے لئے سونے چاندی کی پوریں بنوانا بھی جائز ہے البتہ اگر ایسی صورت ہو کہ مکمل ہاتھ یا پوری انگلی کاٹ

---

[1] سنن ابی داؤد (کتاب الخاتم، باب ماجاء فی ربط الاسنان، بالذھب) رقم الحدیث ۴۲۳۴ بیروت

[2] شامی: جلد ۶ صفحہ ۳۶۲

دی گئی ہو تو پھر سونے چاندی کا ہاتھ یا پوری انگلی بنوانا درست نہیں بلکہ اس صورت میں کسی پلاسٹک، لکڑی یا کسی اور دھات سے عضو بنوایا جائے تو درست ہے۔

نوٹ:

علامہ سعیدی انسانی اعضاء کی پیوند کاری کی شرعی حیثیت کے عدم جواز پر اپنے نقطہ نظر کو اپنی تصنیف شرح صحیح مسلم میں وضاحت کے ساتھ بیان کرتے ہیں کہ انسانی اعضاء کی پیوند کاری سونے چاندی کی دھات اور پاک جانوروں کے اعضاء اور ہڈیوں سے کرنا جائز ہے البتہ کسی زندہ یا مردہ انسان کے اجزاء کو دوسرے انسان کے جسم میں لگانا جائز نہیں۔

باب یازدہم:

مذہبی شعار کے طور پر بعض اقوام کا زیور پہننا

مذہبی شعار سے مراد وہ نشانیاں ہوتی ہیں جنہیں وہ قوم اپنے لیے بطور مذہبی نشان یا قومی نشان کے اختیار کر لیتی ہے۔ذیل میں اس پر شریعت اسلامی کے حوالے سے مختصر طور پر تبصرہ کیا جاتا ہے۔

فصل اول:

ہندوؤں کا منگل سوتر اور بعض مسلمان عورتوں کا کالی ماتا نامی زیور پہننا

چنانچہ جس طرح ہندو عورتیں ایک قسم کا زیور پہنتی ہیں جسے ''منگل سوتر'' کہا جاتا ہے جو کہ شادی شدہ ہونے کی نشانی اور شائد شوہر کے زندہ رہنے کی بھی نشانی سمجھی جاتی ہے۔اسی طرح بعض علاقوں میں شادی

کے بعد مسلمان عورت بھی ایک قسم کا زیور پہنتی ہے جس کو "لچھا" کہا جاتا ہے۔ اور یہ بھی عورت کے شادی شدہ ہونے کی علامت سمجھی جاتی ہے اور اس زیور کو "کالی ماتہ" کا زیور کہا جاتا ہے۔

اس معاملے میں شریعت کا واضح اصول یہ ہے کہ دیگر قوموں کے "مذہبی شعار" کا استعمال درست نہیں ہے۔ البتہ یہ بات یہاں پر ذہن نشین رہے کہ مسلمان عورتوں نے ہندو خواتین کا شعار "منگل سوتر" اختیار نہیں کیا ہے بلکہ انہوں نے اپنے لئے ایک الگ سے زیور بنالیا ہے۔ جس میں بظاہر تو کوئی حرج محسوس نہیں ہوتا تاہم اگر اس کے ساتھ کچھ مشرکانہ تصورات وابستہ ہوں تو اس سے محتاط رہنا چاہیے۔ اگر اسے واقعتاً "کالی ماتا" کا زیور کہا جاتا ہے تو پھر اس سے لازماً اجتناب کرنا چاہیے کیونکہ ایک شرکیہ تصور اس کے ساتھ وابستہ ہو گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ "کالی ماتا" ہندوؤں کی ایک عظیم "دیوی" کا نام ہے اور اگر ان کے ساتھ کوئی چیز منسوب ہو گی تو وہ ہندو مذہب کا شعار کہلائے گی۔

اسی طرح " منگل سوتر " کا زیور پہننا بھی اس وقت مکروہ و ناجائز ہے کہ جب یہ زیور مسلمان عورتیں ایسی علاقے میں پہنتی ہوں کہ جہاں پر یہ زیور نو مسلم عورتوں کا شعار ہو۔ اور وہاں پر کوئی مسلمان عورت اس زیور کو پہنے تو عام لوگ یہی سمجھیں کہ یہ عورت غیر مسلم ہے تو پھر اس علاقے میں مسلمہ عورتوں کو " منگل سوتر " پہننا حدیث کی رو سے ناجائز ہے۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : «مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ »[1]

ترجمہ:

ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا "کہ جس شخص نے کسی قوم کے ساتھ مشابہت رکھی تو قیامت کے روز اس کا حشر اسی سے ہو گا۔

[1] سنن ابی داؤد، باب فی لبس الشھرۃ: ج ۴ ص ۴۴ شاملہ

ہاں جن علاقوں میں یہ زیور نو مسلم عورتوں کا شعار نہ ہو تو وہاں مسلمان عورتوں کو ایسا زیور پہننا کسی حد تک مباح ہے۔

فصل دوم:

سکھوں کی مذہبی علامت(کڑا) پہننا

اسٹیل یا دھات کی بنی ہوئی موٹی چوڑی جو قوت کے لئے پہنی جاتی ہے سکوں کی مذہبی علامت ہے۔اور جیسے یہ لوگ کڑا پہنتے ہیں اس طرح یہ لوگ 4 چار مزید اشیاء بھی مذہب کی بنیاد پر پہنتے ہیں۔جن میں سے ہر ایک کانام ''کاف'' سے شروع ہوتا ہے۔یعنی کرپان، کڑا، کچھرا، اور کیس وغیرہ۔۔۔

مسلم سُنار کا عیسائیوں کیلئے صلیب بنانا

اس میں کوئی حرج نہیں اگر مسلمان شخص کسی عیسائی کیلئے صلیب وغیرہ بنائے۔اس سے نہ تو اس کی کمائی حرام ہوتی ہے اور نہ اس پر کوئی وبال ہے۔ہاں مسلمان شخص کیلئے صلیب پہنا، خواہ وہ صلیب کسی بھی صورت میں ہو جائز نہیں۔پس حضور ﷺ کے فرمان'' من تشبه بقوم فهو منهم''کے مطابق جو بھی ایسی شئی ہو جس سے غیر کے ساتھ تشبہ پایا جاتا ہو وہ کام نہ تو مسلمان کے شایانِ شان ہے اور نہ اس کیلئے درست ہے۔

کلائی میں دھاگہ، کڑا یا زنجیر وغیرہ باندھنا

ہاتھ میں دھاگہ یا زنجیر باندھنا اس نیت سے کہ خود کو مصیبت سے بچا کہ رکھے "رتیمہ" کہلاتا ہے۔ جسے زمانہ جاہلیت میں لوگ گردن میں یا ہاتھ میں اپنے عقیدہ کے مطابق خود کو مصیبت سے بچانے کے لیے دھاگے باندھا کرتے تھے اور ان کو "رتیمہ" کہا جاتا تھا، جبکہ رتیمہ کا پہننا یا باندھنا اس عقیدہ کے ساتھ درست نہیں۔ فقہاء نے لکھا ہے کہ: یہ ممنوع ہے، اور بعض فقہاء نے تو اسے کفریہ کاموں میں شمار کیا ہے۔اس لیے کہ نفع و نقصان پہنچانے والی ذات اللہ تعالیٰ کی ہے ، اللہ ہی بھلائیاں عطا کرتے ہیں اور

مصیبتوں سے بچاتے ہیں۔قولہ: ''ثم رتیمۃ... ھی خیط کان یربط فی العنق أو فی الید فی الجاہلیۃ لدفع المضرۃ عن أنفسہم علی زعمہم ہو منہ عنہ وذکر فی حدود الیمان أنہ کفر"[1]

ترجمہ:

رتیمہ وہ ایک دھاگہ ہے جس کو زمانہ جاہلیت میں لوگ اپنے گلے یا ہاتھ میں باندھتے تھے اس عقیدے کے ساتھ کہ اپنے آپ سے مصیبت کو دور کریں ان کے گمان کے مطابق کہ وہ مصیبت اسی سے دور ہوتی ہے۔اور حدود یمان میں مذکور ہے کہ یہ کفر ہے۔

لیکن اگر یہ عمل فیشن اور آرائش کے طور پر ہو تب بھی درست نہیں اس لئے کہ ایک تو زنجیر کا باندھنا اور کڑا، دھاگہ کا پہننا عورتوں کیلئے مقامِ زینت ہے نہ کہ مردوں کیلئے جبکہ صحیح البخاری میں حضرت ابن عباسؓ سے رسول اللہ ﷺ کا ارشاد منقول ہے:

عن ابن عباس رضي الله عنهما قال: «لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم المتشبهين من الرجال بالنساء، والمتشبهات من النساء بالرجال»[2]

''ترجمہ:

کہ رسول اللہ ﷺ نے عورتوں کی مشابہت اختیار کرنے والے مردوں ،اور مردوں کی مشابہت اختیار کرنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے۔''

دوسرا یہ کہ ہاتھوں میں کڑا پہننا بعض غیر مسلموں (سکھوں) کا مذہبی شعار ہے، اور غیر مسلموں کی مشابہت اختیار کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ کما مرّ

علاوہ ازیں مرد حضرات کیلئے سونے اور لوہے کے کسی بھی زیور کا استعمال جائز نہیں، اور چاندی کی بھی صرف انگوٹھی ہی استعمال کی جاسکتی ہے، زنجیر نہیں پہنی جاسکتی ہے۔ تو ہاتھ میں دھاگہ باندھنا یا گلے میں

---

[1] رد المحتار، ج:٦، ص: ٣٦٣

[2] رقم الحدیث: 5885 باب: المتشبهون بالنساء، والمتشبهات بالرجال

زنجیر پہننا مسلمان کیلئے کیوں کر جائز ہو گا۔ جبکہ بعض فقہاء کرام نے اسے کفریہ کاموں میں شمار کیا ہے۔ لہٰذا بہتر یہی ہے کہ مسلمان ایسی زیب و زینت اختیار کریں جو شریعت کی حدود کے اندر رہو اور یہی ایک مسلمان کو زیب دیتا ہے۔

باب دوازدہم:

سونے چاندی میں مہر کی مقدار نصاب اور مہر فاطمی

مہر کی کم سے کم مقدار دس درہم ہے، اور دس درہم کی مقدار رائج الوقت وزن کے مطابق دو تولہ پونے آٹھ ماشہ (2 تولہ 7.5 ماشہ) چاندی کے برابر ہے۔

قولہ: عن قاسم بن محمد قال سمعت جابراً رضی اللہ عنہ یقول قال سمعت رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ولا مهر اقل مِن عشرِ دراهم ---

ترجمه:

"حضرت جابرؓ کہتے ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ 10 درہم سے کم مہر نہیں ہوتا۔" اسی طرح حضرت علیؓ سے ارشاد ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ مہر 10 درہم سے کم نہیں ہوتا"[1]

جبکہ زیادہ سے زیادہ مہر مقرر کرنے کی کوئی حد متعین نہیں۔ اس لئے کہ شریعت نے فریقین (میاں ،بیوی) کو اختیار دیا ہے کہ باہمی رضامندی سے جو مہرِ مقرر کریں خواہ وہ مہرِ مثل سے کم ہو یا زیادہ۔ الّا یہ کہ وہ دس درہم سے کم نہ ہو، اور اس کو "مہرِ مسمی" کہتے ہیں۔ البتہ استطاعت سے بہت زیادہ یا دکھلاوے کے لیے بہت زیادہ مہر مقرر کرنا بھی شرعاً ناپسندیدہ ہے۔

چنانچہ مستحب تو یہ ہے کہ اگر شوہر کی استطاعت ہو تو اس کو چاہئے کہ وہ مہرِ فاطمی مقرر کرلے۔ اور یہ بڑا متبرک مہر ہے جو ہر زمانے میں ایک معقول مقدار رہے، اس لئے حتّی الامکان اس کی فضیلت حاصل کرنی چاہئے۔ لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ مہرِ فاطمی ہی واجب ہے۔

---

[1] اعلاء السنن: 81/11

مہرِ فاطمی سے مراد:

"مہر فاطمی" سے مراد مہر کی وہ مقدار ہے جو رسول اللہ ﷺ نے اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور دیگر صاحبزادیوں اور اکثر ازواجِ مطہرات کے لیے مقرر فرمائی تھی۔ خود حضرت عائشہ صدیقہؓ سے صحیح مسلم میں منقول ہے:

عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، أَنَّهُ قَالَ: سَأَلْتُ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كَمْ كَانَ صَدَاقُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَتْ: «كَانَ صَدَاقُهُ لِأَزْوَاجِهِ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ أُوقِيَّةً وَنَشًّا»، قَالَتْ: «أَتَدْرِي مَا النَّشُّ؟» قَالَ: قُلْتُ: لَا، قَالَتْ: «نِصْفُ أُوقِيَّةٍ، فَتِلْكَ خَمْسُمِائَةِ دِرْهَمٍ، فَهَذَا صَدَاقُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَزْوَاجِهِ»[1]

ترجمہ:

"ابو سلمہؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا کہ نبی کریم ﷺ نے کتنا مہر مقرر کیا تھا حضرت عائشہؓ جواب دیا کہ آپ ﷺ نے اپنی ازواج کا مہر بارہ اوقیہ اور نش اوقیہ مقرر کیا پھر پوچھا کہ نش کیا ہوتا ہے؟ ابو سلمہؓ کہتے ہیں کہ میں نے کہا میں نہیں جانتا تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا (اس سے مراد) نصف اوقیہ ہے۔"

عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ أُمِّ حَبِيبَةَ، أَنَّهَا كَانَتْ تَحْتَ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ جَحْشٍ فَمَاتَ بِأَرْضِ الْحَبَشَةِ «فَزَوَّجَهَا النَّجَاشِيُّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَمْهَرَهَا عَنْهُ أَرْبَعَةَ آلَافٍ وَبَعَثَ بِهَا إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ شُرَحْبِيلَ ابْنِ حَسَنَةَ». قَالَ أَبُو دَاوُدَ: حَسَنَةُ هِيَ أُمُّهُ[2]

ترجمہ:

"حضرت ام حبیبہؓ عبد اللہ بن جحشؓ کے نکاح میں تھی جب عبد اللہ بن جحشؓ کا حبشہ میں انتقال ہوا تو نجاشی نے ان کا نکاح حضور ﷺ سے کیا اور ان کا 4000 درہم مہر دیا اور ان کو شرحبیل بن حسنہؓ کے ہمراہ رسول اللہ ﷺ کی طرف بھیجا۔"

---

[1] صحیح مسلم : رقم الحدیث ۱۴۲۶ بَابُ الصَّدَاقِ، وَجَوَازِ كَوْنِهِ تَعْلِيمَ قُرْآنٍ

[2] سنن ابی داؤد: رقم الحدیث: ۲۱۰۷ باب الصداق

عَنِ ابْنِ سِيرِينَ، عَنْ أَبِي العَجْفَاءِ السُّلَمِيِّ، قَالَ: قَالَ عُمَرُ بْنُ الخَطَّابِ: أَلاَ لاَ تُغَالُوا صَدُقَةَ النِّسَاءِ، فَإِنَّهَا لَوْ كَانَتْ مَكْرُمَةً فِي الدُّنْيَا، أَوْ تَقْوَى عِنْدَ اللَّهِ لَكَانَ أَوْلاَكُمْ بِهَا نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، مَا عَلِمْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَكَحَ شَيْئًا مِنْ نِسَائِهِ وَلاَ أَنْكَحَ شَيْئًا مِنْ بَنَاتِهِ عَلَى أَكْثَرَ مِنْ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ أُوقِيَّةً.[1] هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.[2]

ترجمہ:

"حضرت عمر بن خطابؓ نے فرمایا کہ عورتوں کے مہر بہت زیادہ مقرر نہ کرو کیونکہ یہ اگر دنیا میں قابل تعریف اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے نزدیک تقویٰ کی بات ہوتی تو اللہ کے نبی ﷺ تم سے زیادہ اس کے حقدار تھے میں نہیں جانتا کہ کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی کسی زوجہ سے بارہ اوقیہ چاندی سے زائد پر نکاح کیا ہو اور اسی طرح اپنی کسی بیٹی کا اس سے زیادہ پر نکاح کیا ہو"

پس مہر فاطمی کی مقدار مذکورہ تمام احادیث میں ساڑھے بارہ اوقیہ منقول ہی ہے، یعنی کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی ازواجِ مطہرات کا مہر ساڑھے بارہ اوقیہ چاندی مقرر کیا ہے اور چونکہ ایک اوقیہ چالیس درھم کا ہوتا ہے، تو اس حساب سے مہر فاطمی کی مقدار پانچ سو درھم چاندی بنتی ہے۔ اور یہ موجودہ دور کے حساب سے ایک سو اکتیس تولہ تین ماشہ چاندی ہے، اور گرام کے حساب سے مہرِ فاطمی موجودہ وزن سے ایک کلو پانچ سو تیس گرام، نو سو ملی گرام (1.5309) چاندی یا اس کی قیمت ہے۔ جبکہ قدیم تولہ کے حساب سے ایک سو اکتیس تولہ ہوتا ہے۔

ہاں! حضرت ام حبیبہؓ کا مہر اس سے مستثنیٰ ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ حضرت ام حبیبہؓ کا نکاح چونکہ نجاشی نے حبشہ میں پڑھایا تھا تو حضور ﷺ نے بذاتِ خود نہ تو یہ مہر مقرر کیا تھا اور نہ آپ ﷺ نے بعد میں اس کی ادائیگی کی تھی بلکہ خود نجاشی ہی نے یہ مہر مقرر کر کے ادا کیا تھا۔

تمـــــــــــت بالخـــــــــــیر

[1] قوله: اوقية: وَالأُوقِيَّةُ عِنْدَ أَهْلِ العِلْمِ: أَرْبَعُونَ دِرْهَمًا وَثِنْتَا عَشْرَةَ أُوقِيَّةً أَرْبَعُ مِائَةٍ وَثَمَانُونَ دِرْهَمًا.

[2] جامع الترمذی: بَابُ مَا جَاءَ فِي مُهُورِ النِّسَاءِ: رقم الحديث : ١١١٤

المصادر والمراجع

فتح القدیر	کنز الدقائق	بدائع الصنائع	الهدایه
الدر المختار مع رد المحتار	البحر الرائق	فتح الباری	اعلاء السنن
مسند امام احمد الطبرانی جامع الترمذی	غایة المرام فی تخریج احادیث الحلال والحرام	اسلام اور جدید معاشی مسائل	کتاب المغرب فی ترتیب المعرب المشهور بالمطرزی
صحاح ستہ	مجلة مجمع الفقه الاسلامی	الفقه الاسلامی وادلة	تطور النقود لدکتور احمد حسن الحسنی
موسوعه فتاوٰی المعاملات المالیه	جمع الوسائل مع الهامش	الفتاوٰی العالمگیریة	الفتاوٰی السراجیة
الملتقط فی الفتاوٰی الحنفیه	عمدة القاری		